باب ۱۹۷

بعد از تبوک

نظریاتی، جغرافیائی، سیاسی اور معاشرتی منظر نامہ تبدیل ہو گیا

- ہمہ گیر سیاسی تبدیلیاں
- عام الوفود
- جائے رفتن نہ پائے ماندن
- مشرکین پر زمین تنگ ہو گئی
- خانوادہ نبوت، تبوک کے بعد
- منافقین پر گھیرا تنگ ہو گیا

باب ۱۹۷

بعداز تبوک

حجاز کا نظریاتی، جغرافیائی، سیاسی اور معاشرتی منظرنامہ تبدیل ہو گیا

ہمہ گیر سیاسی تبدیلیاں

غزوہ تبوک کوئی معمولی سا واقعہ نہیں، اگرچہ اس میں مسلح ٹکراؤ کی نوبت نہیں آئی لیکن اس کے اثرات انتہائی ہمہ گیر اور تاریخ کا رُخ موڑ دینے والے تھے اور یقیناً انھی نتائج کا حصول اُس صاحب الصّلوٰۃ والسّلام صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پیش بینی اور عبقری سوچ میں پیشِ نظر رہے ہوں گے جو وہ شدید موسمی اور معاشی حالات میں اپنی زندگی کی ساری پونجی (افرادی قوت) کو لے کر اور فصلوں کے ضائع ہونے یا مدینے کے اطراف کے بدّو لٹیروں کے مدینے کو اُس کی غیر موجودگی میں تاراج کر دینے کے خطرے کو خاطر میں لائے بغیر زمین کی پیٹھ پر سب سے بڑی طاقت سے ٹکرانے کے لیے اللہ کے بھروسے پر نکل کھڑا ہوا۔ مصنف کی نظر میں بہ اعتبارِ نتائج ومابعد اثرات تبوک کا واقعہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کامیابیوں میں ہجرت مدینہ، غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ کا ہم مرتبہ واقعہ ہے۔ میرا گمان ہے کہ اصحاب سیر اور مورخین نے اسے وہ حیثیت نہیں دی، جس کا یہ مستحق تھا۔ اس باب کے آنے والے صفحات میں ہم اس بِنا ٹکراؤ اور قتال غزوے کے ہمہ گیر اثرات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ یاد رہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اوائل رمضان ۹ ہجری میں تبوک سے واپس مدینہ پہنچے، اغلباً رمضان کی ۵ تاریخ بمطابق ۱۶ دسمبر ۶۳۰ء چناں چہ اس باب میں تمام واقعات بعداز تبوک یعنی اس تاریخ کے بعد کے ہیں۔

سلطنت روم کا مقابلے سے کترا جانا، پورے حجاز میں رومی اثرات کو ختم کر دینے اور لوگوں کے یہ جان لینے کا باعث بن گیا کہ اب حجاز پر مدینے کی حکومت ہے اور اُن کو اُس کے تحت زندگی گزارنی ہے۔ اس بغیر جنگ کے غیر معمولی فتح سے مسلمانوں نے ایسے ایسے اہم سیاسی فوائد حاصل کیے کہ جنگ کی صورت میں اُن کا حاصل کرنا ہرگز ممکن نہ ہوتا۔ اِن سیاسی فوائد کا ایک جائزہ مندرجہ ذیل سطور میں دیا جارہا ہے:

- سلطنت روم کے ساتھ ایک مسلح تصادم سے قبل اسلامی حکومت کو عرب پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کا

موقع مل گیا۔

- اسلامی حکومت کی سرحدیں رومی سلطنت سے جاٹکرائیں، شام (Syria) اور مدینے کے درمیان تمام بستیاں اور قصبے اور مملکتیں ریاست مدینہ کی باج گزار ہو کر اُس کے ساتھ منسلک ہو گئیں۔
- رسول اللہ ﷺ نے تبوک میں ۲۰ دن قیام کر کے درجِ ذیل چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو جو پہلے سلطنت روم کے ساتھ ملحق تھیں، جزیہ دینے پر آمادہ کر کے اپنے ساتھ ملحق کر لیا:

دُومتہُ الجَندَل کے عیسائی رئیسِ اُکیدِر بن عبدالمالک کندی، اَیلہ کے عیسائی رئیس یوحنّا بن رُوبہ اور مقنا، جَرباء اور اَذرُح کے نصرانی رؤساء۔ تمام بستیاں اور قصبے اور مملکتیں جو ڈر اور خوف کے ساتھ مدینے کے ساتھ منسلک ہو رہی تھیں، اُن کی دلی کیفیات کا اللہ ہی نگراں تھا۔ مگر اُن کی آنے والے نسلوں کو اسلام کی نعمت مل گئی جس طرح بنی اسرائیل کی صحرا میں چالیس برس سرگرداں آوارہ رہنے والی ناہنجار قوم کی آنے والی نوخیز نسل کو ہدایت اور جرأت ملی تھی۔

- ایلہ کے حاکم یوحنّا بن روبہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ کی ادائیگی منظور کی اور صلح کا معاہدہ کیا۔ آپؐ نے حاکمِ ایلہ کو بھی ایک تحریر لکھ دی جو یہ تھی

"بسم اللہ الرحمن الرحیم : یہ پروانۂ امن ہے اللہ کی جانب سے اور نبی محمدؐ رسول اللہ کی جانب سے یوحنّا بن روبہ اور باشندگانِ ایلہ کے لیے۔ خشکی اور سمندر میں ان کی کشتیوں اور قافلوں کے لیے اللہ کا ذمہ ہے اور محمدؐ نبی کا ذمہ ہے اور یہی ذمہ ان شامی اور ساحلی باشندوں کے لیے ہے جو یوحنّا کے ساتھ ہوں۔ ہاں! اگر ان کا کوئی آدمی کوئی گڑبڑ کرے گا تو اس کا مال اس کی جان کے آگے روک نہ بن سکے گا اور جو آدمی اس کا مال لے لے گا اس کے لیے وہ حلال ہو گا۔ انہیں کسی چشمے پر اترنے اور خشکی یا سمندر کے کسی راستے پر چلنے سے منع نہیں کیا جا سکتا۔"

- جَرباء اور اَذرُح کے باشندوں نے بھی خدمتِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر جزیہ دینا منظور کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے ایک تحریر لکھ دی جو ان کے پاس محفوظ تھی۔
- اہلِ مقناء نے اپنے پھلوں کی چوتھائی پیداوار دینے کی شرط پر صلح کی۔

دومۃ الجندل

رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو کم و بیش سوا چار سو سواروں کا رسالہ دے کر دومۃ الجندل کے حاکم اُکیدر کے پاس بھیجا۔ اور فرمایا: تم اسے نیل گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔ سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے گئے۔ جب اتنے فاصلے پر رہ گئے کہ قلعہ صاف نظر آرہا تھا تو اچانک ایک نیل گائے نکلی اور قلعہ کے دروازے پر سینگ رگڑنے لگی۔ اُکیدر اس کے شکار کو نکلا۔ چاندنی رات تھی۔ سیّدنا خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے سواروں نے اسے جالیا۔ اور گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ ﷺ نے اس کی جان بخشی کی۔ اور دو ہزار اونٹ، آٹھ سو غلام، چار سو زِرہیں اور چار سو نیزوں کی شرط پر مصالحت فرمائی۔ اس نے جزیہ بھی دینے کا اقرار کیا۔

آپ ﷺ نے اس سے یوحنّا سمیت دُومہ، تبوک، ایلہ اور تیماء کے شرائط پر معاملہ طے کیا۔ ان حالات کو دیکھ کر وہ قبائل جو اب تک رومیوں کے باج گزار یا اُن کے مطیع و حلیف تھے، سمجھ گئے کہ اب اپنے ان پُرانے آقاؤں پر اعتماد کرنے کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے وہ مسلمانوں کے حمایتی بن گئے۔ اس طرح اسلامی حکومت کی سرحدیں وسیع ہو کر براہِ راست رُومی سرحد سے جا ملیں اور رُوم کے باج گزار یا تو دائرہ اسلام میں آ گئے یا اسلامی سلطنت کے باج گزار بن کر رہنے لگے۔

تبوک میں رومیوں کے پیچھے ہٹ جانے نے نہ صرف سارے حجاز کو ریاستِ مدینہ کے آگے جھکا دیا بلکہ خود مسلمانوں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ شاید اب مستقبل قریب میں اسلحہ کے استعمال کی ضرورت نہیں رہے گی چند لوگوں کی جانب سے جنگی سامان فروخت کرنے کی خواہش سامنے آئی تو اُنھیں منع کیا گیا اور بتایا گیا کہ جہاد تو ہمیشہ جاری رہے گا۔

عام الوفود

فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے یا سرِ تسلیم خم کر کے اظہارِ وفاداری کرنے کے لیے آنے والے وفود کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ مکہ اور مدینہ سے باہر حجاز میں پھیلے ہوئے عرب قبائل کے لیے غزوۂ فتح مکہ ایک فیصلہ کن معرکہ تھا عمَرو بن سَلمہؓ کے بیان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، اُنھوں نے کہا کہ:

> ہم لوگ ایک چشمے پر (آباد) تھے، جو لوگوں کی گذر گاہ تھا۔ ہم ان لوگوں سے رسول اللہ ؐ کا حال پوچھتے رہتے۔ وہ ہمیں قرآن سناتے اور کہتے اُس کا دعویٰ ہے کہ یہ کلام اُس پر اللہ نے وحی کیا ہے، میں وہ یاد

کرلیتا تھا۔ لوگ کہتے کہ اِسے اور اس کی قوم کو لڑنے کے لیے چھوڑ دو، اگر وہ اپنی قوم پر غالب آ گیا تو سچا نبی ہے۔ چناں چہ جب مکہ فتح ہو گیا تو عرب کے تمام قبائل نے اپنے اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ کی جانب پیش قدمی کی اور میرے والد بھی میرے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ اسلام قبول کرنے تشریف لے گئے واپس آئے تو بتایا کہ اللہ کی قسم میں تمہارے پاس ایک نبیؑ برحق کے پاس سے ہو کر آرہا ہوں۔ آپؐ نے ہمیں نماز کی تعلیم دی ہے اور اُس کے اوقات بتائے ہیں جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان کہے، اور جسے قرآن زیادہ یاد ہو وہ امامت کرے۔"

تبوک میں رومیوں کے مسلمانوں سے ڈر کر بھاگ جانے سے فتح مکہ کے بعد آنے والے وفود کا سلسلہ ایک دم انتہائی تیز ہو گیا، گویا حجاز میں ایک انقلاب آ گیا سیرت نگاروں نے ہجرت کے نویں سال کو 'عام الوفود' یعنی وفود کا سال قرار دیا ہے۔ آنے والے وفود میں وہ وفد بھی شامل تھے جو یمن کی جانب واقع مختلف علاقوں سے آئے تھے اِن وفود کے ساتھ حمیری حکم رانوں کے خطوط بھی تھے، جن میں انھوں نے بت پرستی اور جاہلیت سے اظہارِ برأت کرتے ہوئے اسلام کے ضابطوں اور تمدن کو قبول کرنے کا اعلان کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حسنِ اخلاق سے اِن کا جواب دیا اور اُنھیں قرآن پڑھانے اور سکھانے، عبادات ادا کرنے اور زندگی گزارنے کے نئے طریقے سکھانے کے لیے اپنے قاصد بھیجے جن کے ذمے مذکورہ کاموں کے ساتھ لازمی محاصل (taxes) بھی وصول کرنا تھا۔ اِن علاقوں کے ذمہ داروں کو اِن قاصدوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم بھی دیا گیا۔ مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں پر عائد یہ محاصل مختلف نوعیت کے تھے اور اس حکم میں صراحت تھی کہ جو یہودی اور عیسائی اپنے دین پر قایم رہنا چاہیں اُنھیں اُس سے نہیں روکا جائے گا لیکن اُن پر جزیے کی ادائیگی لازم ہو گی، جس کے بدلے انھیں اللہ اور اُس کے رسول کا تحفظ حاصل ہو گا۔

اہل سیر و مغازی نے سو سے زائد وفود کو رپورٹ کیا ہے اور ممکن ہے کچھ رپورٹ ہونے سے رہ گئے ہوں۔ اگلے صفحے پر دیے گئے جدول میں: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے تمام وفود کے نام بہ اعتبار حروفِ تہجی دیکھے جاسکتے ہیں، جدول میں رپورٹ کیے گئے وفود کی کل تعداد ۱۰۳ ہے۔

محققین کے لیے یہ معلومات اور اِن کے ذریعے مفید نتائج کی تخریج بہت اہم ہے، تاہم عام قارئین کے لیے اِن کے تذکرے کی زیادہ اہمیت نہیں ہے سوائے چند اہم وفود کے تذکرے کے جو دین اسلام کے مزاج، اُس کے اُٹھان اور قیام و بقا کے لیے رہ نما خطوط مہیا کرتے ہیں۔ نجران کے وفد کا تذکرہ عیسائیوں کے ساتھ مذاکرے اور تعلقات کی

جدول: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کے نام (بہ اعتبار حروفِ تہجی)

وفد ابوصفرہ	وفد بلی	وفد حکم بن حزن کلفی	وفد صدف	وفد فزارہ
وفد احمس	وفد بہراء	وفد حمیر	وفد طارق بن عبداللہ	وفد قشیر
وفد اذرح	وفد تجیب	وفد حنیفہ	وفد طے	وفد کلاب
وفد ازد	وفد تغلب	وفد خثعم	وفد عامر بن صعصعہ	وفد کلب
وفد ازد عمان	وفد تمیم	وفد خشین	وفد عامر بن طفیل	وفد کنانہ
وفد اسد	وفد ثعلبہ	وفد خفاف بن نضلہ	وفد عبد القیس ۵ھ	وفد کندہ
وفد اسلم	وفد ثقیف	وفد خولان	وفد عبد القیس ۹ھ	وفد محارب
وفد اسید بن ابی اناس	وفد ثمالہ	وفد دارم	وفد عبد بن عدی	وفد مرہ
وفد اشجع	وفد جذام	وفد دوس	وفد عبس	وفد مزینہ
وفد اشعرین	وفد جرباء	وفد رعیہ السحیمی	وفد عدی بن حاتم	وفد مہرہ
وفد اعشی بن مازن	وفد جرش	وفد رقاش	وفد عذرہ	وفد نجران
وفد الجن	وفد جرم	وفد رؤاس بن کلاب	وفد بن مسعود	وفد نخع
وفد الرہاویین	وفد جعدہ	وفد زبید	وفد عقیل بن کعب	وفد ہذیم
وفد السباع	وفد جعفی	وفد سحیم	وفد علقمہ بن علاثہ	وفد ہلال
وفد منتفق	وفد جہینہ	وفد سدوس	وفد عنزہ	وفد ہمدان
وفد ایاد	وفد جیشان	وفد سعد العشیرہ	وفد عنس بن مالک	وفد ہوازن
وفد بارق	وفد حارث	وفد سعد بن بکر	وفد غافق	وفد واثلہ بن الاسقع
وفد باہلہ	وفد حارث بن حسان	وفد سلامان	وفد غامد	وفد وائل بن حجر
وفد بجیلہ	وفد حجاج بن علاط	وفد سلمہ بن عیاض	وفد غسان	وفد یوحنا بن رؤبہ
وفد بکاء	وفد حدان	وفد سلیم بن منصور	وفد فروہ بن عمرو	
وفد بکر بن وائل	وفد حضر موت	وفد صداء	وفد فروہ بن مسیک	

مفید معلومات مہیا کرتا ہے اور یہ اس لیے بھی اہم ہے کہ اس وفد سے مذاکرات کے دوران قرآن مجید نے نازل ہو کے رسول اللہ ﷺ کی اِن مذاکرات میں رہ نمائی کی۔اس وفد کی تفصیلات باب#۱۹۵ "پیروانِ مسیح علیہ السلام سے خطاب" میں پیش کی گئی ہیں۔اِس وفد کے علاوہ بھی چند وفود جو کسی خصوصی وجہ سے قابلِ ذکر ہیں اُن کی تفصیل ہم قارئینِ سیرت کی معلومات کے لیے آئندہ صفحات میں پیش کر رہے ہیں۔

وفد بنی حنیفہ

سنہ ۹ ہجری میں اغلباً تبوک سے واپسی پر یمامہ سے بنی حنیفہ کا سترہ افراد پر مشتمل ایک وفد حلقہ بگوش اسلام ہونے مدینے آیا۔ انہی دنوں آپؐ نے ایک خواب دیکھا کہ آپؐ کے سامنے زمین کے خزانے لا کر رکھے گئے اُن میں سے دو سونے کے کنگن اُڑ کر آپ ﷺ کے دامن میں آ گئے۔ آپؐ کو بُرا محسوس ہوا تو آپؐ کو ہدایت ملی کہ ان دونوں کو پھونک دیجیے۔ آپ ﷺ نے پھونک دیا تو وہ دونوں اڑ گئے۔ آپؐ نے اپنے خواب کی تعبیر یہ بتائی کہ دو انتہائی جھوٹے یعنی کذّاب نمودار ہوں گے۔ بنی حنیفہ کے سترہ رُکنی وفد میں مسیلمہ نامی ایک متکبّر طبیعت کا آدمی بھی تھا جو ابتداً اپنے گروپ کے ساتھ آپؐ کے پاس قبول اسلام کے لیے حاضر نہیں ہوا، بہر طور بعد میں آیا اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ آپؐ نے نرمی سے اُس کے ساتھ دل جوئی کا معاملہ کیا۔ وہ اپنے لوگوں کے درمیان بہت ساری فضول باتوں کے علاوہ یہ بھی کہنے لگا کہ اگر محمد (ﷺ) نے کاروبارِ حکومت کو اپنے بعد میرے حوالے کرنا طے کیا، تو میں ان کی پیروی کروں گا۔ آپؐ اُس کے پاس اتمام حجت کے لیے اِس حال میں تشریف لے گئے کہ آپؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی اور ثابت بن قیس بن شماسؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ ﷺ اُس کے سامنے روبرو جا کر کھڑے ہوئے، وہ بدنصیب نبی اکرم ﷺ سے کہنے لگا کہ اگر آپؐ چاہیں تو ہم حکومت کے معاملے میں آپؐ سے تو کوئی تعرض نہ کریں لیکن آپؐ اپنے بعد اس کو (خلافت و حکومت) ہمارے لیے طے فرمادیں۔ آپ ﷺ نے (کھجور کی شاخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: اگر تم مجھ سے یہ ٹکڑا چاہو گے تو تمہیں یہ بھی نہ دوں گا۔ اور تم اپنے بارے میں اللہ کے طے شدہ فیصلے سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو اللہ تمہیں توڑ کر رکھ دے گا۔ اللہ کی قسم ! میں تجھے وہی شخص سمجھتا ہوں جس کے بارے میں مجھے وہ کچھ دکھلایا گیا ہے، جو دکھلایا گیا ہے (آپؐ کا اشارہ اپنے خواب کی جانب تھا)۔ اور یہ ثابتؓ بن قیس ہیں جو تمہیں میری طرف سے جواب دیں گے۔ اس کے بعد آپؐ واپس چلے آئے۔ (بخاری)

مسیلمہ نے یمامہ واپس جا کر پہلے تو اپنی لیڈری جمانے کے بارے میں کچھ دنوں تک دل ہی دل میں منصوبے بناتا رہا۔ پھر چند مہینے بعد اوائل ۱۰ ہجری میں دعویٰ کیا کہ اللہ نے اُسے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کارِ نبوت میں شریک کیا ہے اور اپنے من گھڑت الہامات کی شاعرانہ تک بندی کرنے لگا۔ زنا اور شراب حلال کر دی۔ اُس کی قوم اُس کے چکر میں آ گئی اور فتنے میں پڑ گی، اُس کو اپنا قائد مان لیا۔ عصبیت بُری بلا ہے، وہ اُن بے

وقوفوں کے درمیان بڑی ہی قدرومنزلت پاگیااور یمامہ کا رحمان کہا جانے لگا۔اور اب اس نے رسول اللہ ﷺ کو ایک خط لکھا کہ مجھے اس کام میں آپؐ کے ساتھ شریک کردیا گیا ہے۔ آدھی حکومت ہمارے لیے ہے اور آدھی قریش کے لیے۔رسول اللہ ﷺ نے جواب میں لکھا کہ زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام متقیوں کے لیے ہے۔(زادالمعاد)

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ یمامہ سے دو آدمی، ابن نواحہ اور ابن اثال مسیلمہ کے قاصد بن کر نبی ﷺ کے پاس آئے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تم دونوں شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟انہوں نے کہا: ہم شہادت دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔ اگر میں کسی قاصد(غیر ملکی سفیر) کو قتل کرتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا۔(مشکوٰۃ)

مسیلمہ کی نبوت کا فتنہ یوں ہی زور پکڑتا اور چلتا رہا، اسی دوران ایک دوسرا کذاب دعوے دارِ نبوت اَسوَد عنسی بھی یمن میں نمودار ہوا جس کو فیروز نے یمن میں آپ ﷺ کی وفات سے ایک روز قبل موت کے گھاٹ اتار دیا۔ خلیفہ اوّل ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ربیع الاول ۱۲ ہجری میں خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں یمامہ پر کیے گئے حملے کے دوران وحشیؓ کے ہاتھوں زمین پر یہ بدترین انسان مسیلمہ کذّاب اُسی نیزے سے قتل ہوا جس کے ہاتھوں کبھی (اُحد میں) اُس نیزے سے بہترین آدمی، حمزہؓ نے شہادت پائی تھی، یہ جبیر بن مطعم بن عدی کا آزاد کردہ غلام 'وحشیؓ' تھا۔

اہلِ طائف کا وفد [وفدِ ثقیف]

وہ قارئین جنھوں نے پانچویں جلد میں [باب #۷۷ صفحہ ۴۴۴] رسول اللہ ﷺ کے دورۂ طائف کی روداد پڑھی ہے اُنھیں یاد ہوگا کہ وہاں تین سرداروں عبدیالیل، مسعود اور حبیب نے آپؐ کے ساتھ بہت ہی بے ہودہ گفتگو کی تھی۔اور طائف کے لفنگوں کو آپؐ کو ستانے کے لیے پیچھے لگادیا تھا۔اور ابھی حال ہی میں فتح مکہ کی روداد میں ہوازن کے مفرور فوجیوں کے طائف میں جا چھپنے اور پھر رسول اللہ ﷺ کا طائف کا طویل محاصرہ کرکے اُنھیں ڈرادھمکا کر واپس آنے کی روداد بھی غزوہ طائف [باب ۱۸۷ صفحات ۳۲-۳۴] میں پڑھ چکے ہیں۔اِس محاصرے کے دوران، اُن تین سرداروں میں سے مسعود کے بیٹے کے دل میں اللہ کی توفیق سے اسلام اُتر گیا تھا جب رسول اللہ ﷺ طائف کا محاصرہ ختم کرکے عمرہ ادا کرتے ہوئے واپس مدینے کی جانب سات روزہ سفر

پر روانہ ہو چلے تو دو تین ہی روز میں آپ کے مدینہ پہنچنے سے قبل ہی بن مسعود نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا، یہ ذی قعدہ ۸ ہجری کی بات ہے۔ رضی اللہ عنہ سردار کے بیٹے، سردار ہی شمار ہوتے تھے اور اہلِ طائف کے درمیان انتہائی پسند کی جانے والی شخصیت تھے، اس کے بارے میں یہ روایت ہے کہ اہلِ طائف اس سے اپنے بیٹوں سے زیادہ یا اُن کی مانند محبت کرتے تھے۔

درحقیقت انسانی تاریخ کے ہر دور میں ابلیس کی جاری کردہ تہذیب جسے اسلام 'جاہلیت' کے نام سے جانتا ہے عوام کالانعام کو اسی طرح انسانوں کی پوجا سکھاتی ہے۔ جاہلی تہذیب اپنی نہ تبدیل ہونے والی رسومات و روایات رکھتی ہے۔ اِس میں اللہ کو چھوڑ کر آباء پرستی، قائدوزعماپرستی، آقاپرستی، حسن پرستی، شوہر پرستی، وطن پرستی، اولیاء پرستی وغیرہ وغیرہ جیسی بیماریاں پسندیدہ وائرس کی طرح لوگوں کو چمٹی ہوتی ہیں۔ گھوڑوں اور گدھوں کے دور میں بن مسعود اپنی دولت، سرداری، ذہانت، حسن اور قادرالکلامی کی بناپر اہلِ طائف کا چہیتا تھا تو اِس میں کوئی تعجب نہیں، آج خلائی دور میں بھی لوگ اسی طرح اپنے سرداروں، سیاسی لیڈروں، فلم ایکٹروں، بلے باز کرکٹروں، فٹبالرز، باکسرز، فوجی جرنلز، چرب زبان اینکرز، پیروں، مولویوں، گوّیوں، گلوکاروں، فنکاروں اور بھانڈوں پر اسی طرح مرے مٹے جاتے ہیں خواہ وہ جانے پہچانے کتنے ہی بددیانت، جھوٹے، زانی، شرابی، کرپٹ اور دھوکے باز ہی کیوں نہ ہوں۔ جاہلیت کے مارے تمدن کا ایک طرہ امتیاز یہ ہے کہ وہ انسانوں کو بھی دیگر جان داروں کی طرح محض ایک جانور ہی تصور کرتا ہے، جس طرح اُن کے درمیان کوئی شادی و نکاح کی تقریب نہیں ہوتی وہ انسانوں کو بھی یہ سبق دیتا ہے کہ وہ بھی نکاح (wed lock) کے چکر میں نہ پڑیں اور کتے، بلیوں اور مرغے مرغیوں کی مانند بے قید نر و مادہ کے درمیان فطری تعلقات کی دنیا آباد کریں اور خوش رہیں، بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبار نیست۔ پھلوں کے تازہ جوس میں وہ لذت و عیش کہاں جو اُن کے خمیر زدہ مشروب (شراب) میں ہے؟... اور کون ہے جو بھیڑ بکریوں کی مانند گردن جھکائے، چرواہوں کے پیچھے چلنے والے عوام کو اس لطف اندوزی سے روکے خاص طور پر، جب کہ چرواہے اس میدان کے ہیرو ہیں اور عوام چرواہا پرستی (hero worship) میں مستی کی انتہا پر ہیں۔

بات کہیں سے کہیں نہیں نکلی ہے، بات بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہو رہی تھی، وہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کر کے دینِ اسلام کی دعوت و اقامت کا علم لیے واپس اپنے وطن، طائف پہنچا تو جاہلیت

کے مارے نام نہاد تہذیب جدید کے پرستاروں یعنی اُس کے چاہنے والوں نے اپنے قائد کو ابلیس اور خواہشاتِ نفس کی بندگی سے نکل کر اللہ کی بندگی میں دیکھا تو اپنے عشق کو فراموش کر دیا۔ وہ جسے وہ اپنی بیٹیوں سے زیادہ چاہتے تھے اب اُن کی ناپسندیدہ ترین شخصیت تھا، اُنھیں ایسا اسلام ہرگز نہیں چاہیے تھا جس میں شراب و زنا کی اجازت نہ ہو، وہ سرد جگہ کے رہنے والے تھے یہ دونوں چیزیں تو اُن کی زندگی کی ضمانت تھیں! اہلِ طائف نے، بن مسعود رضی اللہ عنہ کی توقع کے بالکل برخلاف، تہذیبِ جدید کے دشمن پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور اسے جان سے مار ڈالا، شہید کر دیا! رسول اللہ ﷺ کو ؓ کی شہادت کی خبر ملی تو آپؐ نے فرمایاؓ بھی صاحبِ سورہ یٰسین کی مانند تھا۔ اُس نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی اور انھوں نے اُسے قتل کر دیا۔

وَ جَآءَ مِنۡ اَقۡصَا الۡمَدِیۡنَۃِ رَجُلٌ یَّسۡعٰی قَالَ یٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا یَسۡـَٔلُکُمۡ اَجۡرًا وَّ ہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ ﴿۲۱﴾ وَ مَا لِیَ لَاۤ اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اٰلِـہَۃً اِنۡ یُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّیۡ شَفَاعَتُہُمۡ شَیۡئًا وَّ لَا یُنۡقِذُوۡنِ ﴿ۚ۲۳﴾ اِنِّیۡۤ اِذًا لَّفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیۡۤ اٰمَنۡتُ بِرَبِّکُمۡ فَاسۡمَعُوۡنِ ﴿ؕ۲۵﴾ قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّۃَ ؕ قَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿ۙ۲۶﴾	شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص بھاگتا ہوا آیا اور اُس نے لوگوں سے کہا: اے میری قوم کے لوگو! رسولوں کی پیروی کرو۔ اُن لوگوں کی پیروی جو تم سے نصیحت کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتے اور راہِ راست پر ہیں۔ آخر کیوں نہ میں اس ذات کی بندگی کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور جس کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے! کیا میں اُس ایک اللہ کو چھوڑ کر ایسے دوسروں کی عبادت و بندگی میں لگ جاؤں کہ کائنات کا مالک رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو وہ نہ مجھے چھڑا ہی سکیں اور نہ ہی ان کی شفاعت میرے کسی کام آسکے، پھر تو میں کھلی گمراہی میں مبتلا ہوں گا۔ میں تو ان رسولوں کی ہدایت پر تمھارے حقیقی رب پر ایمان لے آیا ہوں، تم بھی رسولوں کی بات سنو اور مان لو۔ (آخر کار بستی کے لوگوں نے یہ اعلان اور اُس کی گفتگو سنی تو اُسے قتل کر دیا۔) اُسے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ بولا کاش میری قوم جانتی! [مفہوم آیات ۲۰ تا ۲۶]

اہلِ طائف چند مہینے تو یوں ہی طائف میں قلعہ بند مقیم رہے اگرچہ رسول اللہ ﷺ محاصرہ ختم کر کے واپس جا چکے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ گرد و پیش کے سارے علاقوں میں اُس بے تاج بادشاہ کی عملداری ہے (جو ایک اللہ کی کبریائی کا علم بردار ہے) باہر نکلے تو کہیں مارے نہ جائیں، ساری دنیا سے کٹ کر کتنے دن وہ رہ سکتے تھے؟ اسی اثنا میں یہ خبر بھی آگئی کہ رومی مسلمانوں سے ڈر کر مقابلے پر نہیں آئے اور رومیوں کے عرب

مقبوضات اب مدینے کی ریاست کے تابع ہو گئے ہیں۔ طائف کے لیے اب دو ہی راستے بچے ہیں کہ اسلام قبول کر لیں یا باج گزاری پر راضی ہو جائیں۔ طائف کے رہنے والوں نے اسلام لانے کے جرم میں اپنے سردار عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قتل تو کر دیا لیکن اُن پر ایک دوسری مصیبت ٹوٹ پڑی وہ یہ کہ جنگِ حنین میں قبیلہ ہوازن کے سردار مالک نے بھی اسلام قبول کر لیا، وہ مالک، جس کو پناہ دینے کے جرم میں مسلمانوں نے طائف پر لشکر کشی کی اور اُس کا محاصرہ کیا تھا۔

مکہ کو مسلمانوں سے آزاد کرانے کے لیے حنین میں کفّار کے لشکر چڑھا کر لانے والا، قبیلہ ہوازن کا سردار، مالک رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر لینے کے بعد آرام سے نہیں بیٹھ گیا تھا۔ بنو ثقیف (اہلِ طائف) اس زعم میں رہے کہ طائف میں دشمن کا داخلہ ناممکن ہے لیکن انھیں اب معلوم ہوا کہ باہر نکلنا بھی ناممکن ہے، ہر چہار جانب سے مسلمانوں کے نرغے میں ہیں۔ جو بھی قافلہ طائف سے نکلتا وہ حملے اور مال واسباب کی ضبطی کی نذر ہو جاتا یہاں تک کہ مالک رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ارد گرد کی چراگاہوں میں ثقیف کے اونٹ اور بکریاں بھی محفوظ نہ رہیں۔ اور ہر وقت یہ اندیشہ رہتا کہ مالک رضی اللہ عنہ کے لوگ انھیں چرواہوں اور محافظوں سمیت پکڑ کر لے جائیں گے۔ اس کے علاوہ مالک رضی اللہ عنہ کی جانب سے یہ بھی اعلانِ عام تھا کہ ثقیف کا کوئی بھی فرد اِن کے ہاتھ لگا تو اُسے قتل کر دیا جائے گا، سوائے اُس کے جو بت پرستی سے توبہ کر لے۔ دو تین ہی مہینوں کے گزرنے پر بنو ثقیف کے دماغ ٹھکانے آ گئے اور وہ جان گئے کہ اب اِن کے پاس اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کریں کہ اگر اُنھیں زمین، جانوروں اور جانوں کے تحفظ کی ضمانت مل جائے تو وہ اطاعت کرنے کے لیے تیار ہیں۔

آخر اہلِ طائف سر جوڑ کر بیٹھے اور طے کیا کہ ایک سفیر مدینے جائے، اُنھیں معلوم تھا کہ مدینے کا والی قاصدوں (دوسرے ممالک کے نمائندہ بن کر آنے والوں) کو ہاتھ نہیں لگاتا خواہ وہ کتنی ہی حد سے گری بات کریں۔ عَبدِ یالَیل بن عمرو کا نام اِس مقصد کے لیے سامنے آیا، یہ اُنھی تین سرداروں میں سے ایک تھا جنھوں نے گیارہ برس قبل مکہ سے مایوس ہو کر طائف آنے والے کے سامنے بد تہذیبی اور ستم کی انتہا کی تھی۔ اُسے محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی خطرہ نہیں تھا، خطرہ یہ تھا کہ اگر اُس کی سمجھ میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات آ گئی تو اُس کا حشر وہ نہ ہو جو اُس کے بھتیجے بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہوا ہے۔ عَبدِ یالَیل نے تنہا مدینے جانے سے انکار کیا اور کہا کہ کچھ اور لوگ بھی اُس کے ساتھ ہونے چاہییں۔ چناں چہ اہلِ طائف کا ایک وفد تشکیل پایا اس وفد کو وفدِ ثقیف کے

نام سے جانا جاتا ہے۔ طائف کے دانش وروں کے ساتھ ایک نوجوان عثمان بن ابی العاص ثقفی بھی اس وفد میں شریک کیا گیا، اہلِ وفد میں یہ سب سے کم عمر تھے۔

رمضان ۹ ہجری میں یہ وفد مدینے پہنچا۔ مسجد نبوی کے ایک گوشے میں چادروں سے ایک خیمہ بنا دیا گیا جیسا کہ آج کل رمضان میں معتکفین کے لیے حجرے بنائے جاتے ہیں۔ یہ اس خیمہ میں کئی روز ٹھہرے، یہ چاہا گیا تھا کہ یہ قرآن سنیں، نمازوں میں خصوصاً نماز باجماعت میں صحابہؓ کا انداز دیکھیں شاید اِن کے دل میں اسلام اُتر جائے۔ یہ وفد روزانہ فجر کے بعد رسول اللہ ﷺ سے مذاکرات کرتا۔

وفد کے لوگ جب دن کے نصف اوّل میں رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کے لیے جاتے تو اس وفد میں شریک سب سے کم عمر ممبر، عثمان بن ابی العاص ثقفی کو اپنے ساتھ نہ لے جاتے، یہ خیمہ ہی میں ٹھہرتا۔ دوپہر کو یہ لوگ جب قیلولہ / استراحت کرتے تو یہ باہر آکر نبی ﷺ سے قرآن اور دین سیکھتا اگر نبی اکرم ﷺ نہ ہوتے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے دینِ اسلام کے بارے میں کچھ نہ کچھ سیکھتا رہتا۔

کئی روز کی طویل گفتگوؤں کے بعد عبد یالیل نے کچھ شرطوں کے ساتھ اسلام قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی، مگر اِن شرائط کو رسول اللہ ﷺ نے ماننے سے انکار کر دیا۔ عبد یالیل نے اسلام قبول کرنے کے لیے حسبِ ذیل شرائط پیش کیں کہ اہلِ طائف کو:

- بغیر نکاح کے تعلقات پر (زنا) کوئی پابندی نہ ہو
- شراب نوشی کی اجازت ہو
- سود کا لین دین جاری رہے۔
- ان کے معبود "لات" کا مقبرہ برقرار رہے
- انہیں نماز سے معاف رکھا جائے
- اور ان کے بُت خود ان کے ہاتھوں سے نہ تڑوائے جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اِن کی شرائط کو رد کر دیا، اگر رسول اللہ ﷺ موجود ہوتے تو کیا وہ آج کے مسلمانوں کا اِن امور کے ساتھ چلنے والا نسلی اسلام رَدّ نہ کر دیتے؟ آج ساری دنیا کے ممالک میں مسلمانوں کا

مقتدر طبقہ انہی شرائط کے ساتھ اسلام میں داخل ہے اور چوں کہ اسلام بالفعل قایم نہیں ہے اِن نسلی مسلمانوں کے اسلام کو کوئی عالم یا مفتی چیلنج نہیں کر سکتا (الا ماشاء اللہ)، ویسے بھی اُنھیں اپنے مدرسوں اور جماعتوں سے اتنی فرصت نہیں کہ اِن اہل الملاء کو سوائے چندے یا دنیاوی مطالبات کو پورا کرنے کے کسی اور مقصد کے لیے پکاریں!

وفدِ ثقیف نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر رسول اللہ ﷺ نے اِن شرائط پر اُن کے اسلام کو قبول نہیں کیا آخر کار وہ اپنی تمام شرائط سے دست کش ہو گئے اور سیدھی طرح اسلام قبول کر لیا، تاہم رسول اللہ ﷺ نے اُن کی صرف ایک بات یہ مانی کہ "لات" کو ڈھانے کا انتظام رسول اللہ ﷺ خود فرمادیں گے۔ آپؐ نے وفد کو ایک نوشتہ لکھ دیا اور اُن کے درمیان سب سے کم عمر سامان کی حفاظت کرنے والے عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ کو اُن کا امیر بنا دیا۔ (فتح مکہ کے بعد وہاں بھی آپؐ نے نوجوان نو مسلم عتاب بن اسیدؓ کو امیر بنایا تھا) یہ وفد اسلام میں داخل ہونے کے بعد رمضان کے بقیہ روزے مدینے میں ہی رکھنے کے بعد طائف واپس ہوا۔

وفد کے لوگوں نے قبول کرنے کو تو اسلام قبول کر لیا لیکن ڈرے ہوئے تھے کہ طائف پہنچنے پر کہیں اُن کے لوگ، اُن کا وہی حشر نہ کریں جو بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کر چکے ہیں۔ چناں چہ اُنھوں نے ایک چال چلی، اور واپس جا کر کہہ دیا کہ محمد ﷺ نے مطالبہ کیا ہے کہ اسلام قبول کر لو اور زنا، شراب اور سُود چھوڑ دو ورنہ سخت جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یہ سن کر پہلے تو ثقیف پر جاہلیت کا نشہ غالب آ گیا اور اُنھوں نے کہا ٹھیک ہے ہم جنگ کریں گے اور وہ دو تین روز تک جنگ کے بارے میں غور کرتے رہے، لیکن یہ سوچ کر اُنھیں پسینے آتے تھے کہ جو خیبر، مکہ اور روم کو پامال کر چکے ہوں اُن سے کیوں کر جنگ ہو گی، اللہ نے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ سب نے مل کر اہلِ وفد سے کہا کہ رسول اللہؐ کے پاس واپس جاؤ اور آپؐ کے مطالبات تسلیم کر لو۔ اپنی قوم کو جب اس حال پر پایا تو اہلِ وفد نے بتایا کہ وہ یہ کام کر کے آ چکے ہیں۔

ادھر رسول اللہ ﷺ نے لات کو ڈھانے کے لیے خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں کچھ اصحاب کو طائف بھیجا تاکہ وہ لات کو ڈھا دیں۔ جب وہ لات کے کمرے کے پاس پہنچے تو ایک کثیر مجمع جمع ہو گیا کہ دیکھیں اِن لوگوں پر کیا آفت ٹوٹتی ہے۔ خالدؓ نے مغیرہؓ بن شعبہ سے کہا کہ تم اِسے گرانا شروع کرو۔ اُنھوں نے بڑا ہتھوڑا اُٹھایا اور کہا کہ میں ابھی اِن کو ہنساؤں گا۔ اور پہلوانوں کی طرح آگے بڑھ کر ایک زوردار ہتھوڑا جو دروازے پر

مارا تو خود ہی گر پڑے اور ایسا لگتا تھا کہ کچھ ہو گیا ہے درد سے ایڑیاں پٹخنے لگے، لوگ بھی خوش ہو گئے اور بولے کہ اِسے دیوی نے مار ڈالا۔ مغیرہؓ اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور بولے یارو، یہ تو تماشہ ہے اور پھر جو اُنھوں نے ہتھوڑے چلائے تو دیوار توڑ دی، باقی صحابہ کرامؓ بھی اس جھوٹے خدا کی تخریب کاری میں شریک ہو گئے اور جلد ہی اُس بت خانے کو زمین کے ساتھ ہموار کر دیا۔ مجاور چڑھائی ہوئی کچھ چادریں اور نذر نیاز میں گزارے ہوئے جو زیوارات ابھی تک اپنے گھر نہیں لے جا سکے تھے وہ ہاتھ آ گئے۔ یہ دیکھ کر ثقیف دم بخود رہ گئے اور یقین کر گئے کہ مجاوروں نے انھیں خوب بے وقوف بنایا تھا۔ صحابہؓ کرام اپنے کام کو بخیر و خوبی انجام دے کر مدینے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے غنیمت کے زیورات (اب یہ غیر اللہ کی نذر نیاز کے نہیں رہے، جس طرح چور جب دکان دار سے کوئی سامان خرید تا ہے تو دکان دار کی جیب میں آنے والے پیسے حرام کے نہیں ہوتے) اور چادروں کو اُسی دن تقسیم فرما دیا اور اللہ کی جانب سے نبیؐ کی نصرت اور دینِ اسلام کی پذیرائی پر اللہ کی حمد بیان کی۔

نوجوان عثمان بن ابی العاصؓ جن کو نبی علیہ السلام نے طائف کا امیر بنایا تھا اسلام پر بہت ثابت قدم ثابت ہوئے، انھوں نے آپؐ کی وفات کے بعد فتنہ ارتداد کی لہر میں ثقیف کو بہنے سے روکا اور اپنی قوم سے کہا: "اے ثقیف کے لوگو! تم سب سے بعد میں اسلام لائے ہو۔ اس لیے سب سے پہلے مرتد نہ بنو۔" اِس پُر سوز بات میں اللہ نے وہ اثر ڈال دیا کہ اسے سن کر لوگ مرتد ہونے سے رک گئے اور اسلام پر ثابت قدم رہے و گرنہ تو مسیلمہ کے ساتھ چالیس ہزار لوگ ارتداد کا شکار ہو کے اہلِ اسلام کی فوجوں سے لڑ رہے تھے۔

جائے رفتن نہ پائے ماندن

دو آدمی جنھوں نے طائف کے مسلمانوں کے زیرِ اثر آنے اور بنو ثقیف کی اکثریت کے اسلام لانے پر سب سے زیادہ اپنے آپ کو متاثر اور بے یار و مدد گار پایا وہ نہ طائف کے شہری تھے اور نہ اہلِ طائف کی دیوی (لات) کے پوجنے والے، وہ دونوں دشمنانِ دین تھے جو اسلام کے ہمہ گیر غلبے سے خوف زدہ ہو کر اپنی دانست میں کفر کی اس آخری پناہ گاہ میں پناہ گیر کے طور پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے مکہ پر لشکر کشی کی تو قاتل حمزہؓ، وحشی مکہ سے بھاگ کر طائف میں پناہ گزیں ہو گیا تھا۔ اور راہب ابو عامر جو رسول اللہ ﷺ کو اُس کی جانب سے دی گئی بد دعا کو اپنے اوپر پورا ہوتا دیکھنے کے لیے خود ساختہ حالتِ جلاوطنی میں دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ تبوک میں رومیوں کے مسلمانوں کے مقابلے میں ہزیمت و رسوائی اُٹھانے کی بنا

پراُس کے لیے رومیوں کے پاس کوئی جگہ نہیں رہی تھی، اُن کے نزدیک وہ ایک منحوس شخصیت تھا جس نے ناحق رومیوں کو مسلمانوں کے خلاف حملے کے لیے بھڑکایا تھا اور منافقین کی مدد سے مدینہ کو تخت وتاراج کرنے کی پٹّیاں پڑھائیں تھیں جس کے نتیجے میں عالمی طاقت روم کو سخت رسوائی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

راہب ابو عامر کے لیے روم ہی میں نہیں رومی سرحدوں سے متصل شام اور دیگر عرب علاقوں کے مسلمانوں کے زیرِ تسلط آجانے کی وجہ سے اِن علاقوں میں بھی اُس کے لیے کوئی جگہ باقی نہ رہی تھی، رہا مدینہ تو وہاں منافقین کے گرد گھیرا انتہائی تنگ ہو چکا تھا، وہاں اُس کی ہدایت پر بنائی گئی مسجدِ ضرار کو رسول اللہ ﷺ آگ لگوا چکے تھے۔ اُس کا کفر کی مہریں لگا دل ودماغ یہ بات سمجھا ہی نہیں رہا تھا کہ اللہ کے حضور توبہ کر کے اُس کے رسولؐ کے آگے جا کر اپنے آپ کو ڈال دے جیسا کہ خالد بن ولیدؓ، بن مسعودؓ اور عکرمہؓ بن ابی جہل کر چکے ہیں۔ اُس پر زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود تنگ ہو چکی تھی مگر شامتِ اعمال کہ اُس کو یہ خوش خبری ملی کہ اہلِ طائف نے فاتحانِ قلعہ ہائے خیبر کے محاصرے کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا ہے اور محاصرہ بے نتیجہ رہا اور مسلمان وہاں سے کامیابی حاصل کیے بغیر جعرانہ کو واپس ہوئے ہیں۔ اُسے زمین کی پیٹھ پر طائف سے زیادہ معقول اور پسندیدہ کوئی جگہ نظر نہیں آئی، خاص طور پر جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ اُنھوں نے ایمان لانے کے جرم میں اپنے سردار بن مسعود ثقفیؓ کو قتل کر دیا جسے وہ اپنی نوزائیدہ اولاد اور بیٹیوں سے زیادہ چاہتے تھے۔ وہ بھاگ کر طائف آگیا تھا۔ جو اُن کے خیال میں ناقابلِ تسخیر قلعہ تھا لیکن اسلام کے ہاتھوں اس قلعے کی تسخیر کے بعد اب وہ دونوں کہاں پناہ لیں؟ ابو عامر تو شام کی جانب فرار ہو گیا اور وہیں ایک مفرور تنِ تنہا بے گھر و بے در کی حیثیت سے مر گیا۔ اس طرح اُس کی پردیس میں موت کی وہ بددعا پوری ہو گئی جو اُس نے جھوٹ بولنے والے کو، رسولِ اکرم ﷺ سے گفتگو کے دوران دی تھی اور جس پر رسول اللہ ﷺ نے آمین کہہ دیا تھا۔

وحشی اب بھی شش وپنج میں تھا کہ بھاگ کر کہاں جائے۔ یہ اُس پر اللہ کا کرم تھا کہ اُس کے دل پر مہر نہیں لگی تھی۔ مہر تو پیہم انکارِ حق، نافرمانی اور بغاوت پر لگتی ہے، اُس کے دل میں قبولِ حق کی توفیق کی گنجائش باقی تھی۔ اُسے ثقیف کے ایک آدمی نے یقین دلایا کہ رسول اللہ ﷺ کسی ایسے فرد کو قتل نہیں کرتے جو اسلام قبول کرلے۔ یہ سن کر وہ مدینے پہنچا اور آپؐ کے سامنے پیش ہو کر اقرارِ توحید کے ساتھ آپؐ کی رسالت کی تصدیق کی، اس موقع پر وہاں موجود اصحابؓ میں سے کسی نے اُسے پہچان لیا اور کہا یارسول اللہ ﷺ یہ وحشی

ہے۔'ہونے دو' رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا اُس کا مفہوم کچھ یہ تھا کہ قاتلوں کے قتل کرنے کے مقابلے میں مجھے ایک آدمی کا مسلمان ہو جانا زیادہ عزیز ہے۔ پھر آپؐ کی نگاہ اُس کے چہرے پر ٹھہر گئی جو آپ ﷺ کے سامنے موجود تھا۔ کیا تم واقعی وہی ہو؟ آپؐ نے دریافت فرمایا جب اُس نے اقرار کیا تو آپؐ نے فرمایا بیٹھو مجھے بتاؤ کہ تم نے حمزہؓ کو کیسے شہید کیا؟ جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو رسول اللہؐ نے فرمایا افسوس، اپنا چہرہ میرے سامنے سے ہٹالو اور دوبارہ میری نگاہوں کے سامنے نہ آنا (مبادا کہ مجھے تکلیف ہو!)۔

قبیلہ بنو عامر کا پہلا وفد عامر بن طفیل

وفود پر وفود مدینہ اسلام قبول کرنے اور ریاستِ مدینہ کی امان حاصل کرنے کے لیے آرہے تھے۔اِن آنے والوں میں وہ تمام لوگ تھے جنھوں نے مسلمانوں کو کبھی بہت ستایا تھا اور غزوہ احزاب (خندق) میں مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ تمام آنے والوں کو خوش آمدید کہتے، اپنی مسجد میں ٹھہراتے اور استطاعت بھر تواضع کرتے اور اُن کے سابق کرتوتوں اور زیادتیوں کو ہرگز یاد نہ کرتے۔ آپؐ کی اِس عالی ظرفی اور موقع سے فائدہ اُٹھا کر آنے والے وفود میں بد طینت اور دشمنانِ دین بھی ہوتے، جن سے اپنی خباثت چھپائے نہیں چھپتی تھی، ابھی آپ نے دو (۲) وفود کا حال پڑھا جن میں سے ایک میں مسیلمہ اور دوسرے میں عبد یالیل تھا۔ اب ایک ایسے وفد کا تذکرہ بھی سنیے جن کا ماضی بھی ناقابل معافی سیاہ کاریوں سے بھرا تھا اور اللہ نے اِن کو ابھی تک توبہ کی توفیق نہیں دی تھی۔ یہ قبیلہ بنو عامر کے شیطانوں کا ایک وفد برے ارادے سے آیا تھا، اس وفد کا قائد اللہ کا دشمن عامر بن طفیل وہی بد بخت تھا جس نے بئر معونہ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جمعیت کو شہید کرایا تھا۔ اس وفد میں تین مزید شیطان؛ اربد بن قیس، خالد بن جعفر اور جبار بن اسلم شامل تھے۔ یہ سارے اپنی قوم کے بد ترین لوگ تھے۔ عامر اور اربد نے باہم سازش کی کہ نبی ﷺ کو دھوکا دے کر اچانک قتل کر دیں گے، پھر جو ہو سو ہو۔ چناں چہ اس وفد نے مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے گفتگو شروع کی، عامر نے آپؐ کے پاس آکر کہا: میں آپؐ کو تین باتوں کا اختیار دیتا ہوں: ۱) آپؐ کے لیے وادی کے باشندے ہوں اور میرے لیے آبادی کے۔ ۲) یا میں آپؐ کے بعد آپؐ کا خلیفہ بنوں ۳) یا پھر میں غطفان کو ایک ہزار گھوڑے اور ایک ہزار گھوڑیوں سمیت آپؐ پر چڑھا لاؤں۔

عامر بن طفیل نے پروگرام کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو باتوں میں مصروف کیا ہوا تھا اور اربد گھوم کر آپؐ

کے پیچھے پہنچا، اور تلوار میان سے نکال کر وہ کچھ کرنا چاہ رہا تھا جو گزشتہ بائیس برس سے سینکڑوں لوگوں نے کرنا چاہا تھا مگر اللہ کی حفاظت میں معصوم وماموں نبی ﷺ کو قتل نہ کر سکے تھے، جب اُس نے میان سے تلوار نکالنی چاہی تو اُس اللہ کے حکم سے، جس اللہ کے حکم سے ابراہیمؑ کے لیے آگ گلِ گلزار بن گئ تھی اُسی اللہ کے حکم سے میان نے تلوار کو پکڑ لیا اور تلوار باہر ہی نہ نکل سکی۔ تلوار بے نیام نہ ہو سکی اور اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو محفوظ رکھا۔ سفیروں اور مہمانوں کو کچھ نہ کہا جا سکتا تھا، بئر معونہ کا قاتل سامنے تھا، اُن سے کچھ نہ کہا۔ جب عامر بن طفیل چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرماتے ہوئے کہا یا اللہ قبیلہ بنی عامر کو ہدایت عطا فرما اور اسلام کو عامر ابن طفیل سے چھٹکارا عطا فرما۔ واپسی کی راہ میں دونوں مارے گئے:

- اونٹ سوار اربد پر بجلی گری اور وہ جل مرا۔ یاد رہے اربد، جناب لبید ابن ابی ربیعہ عامری رضی اللہ عنہ کا اخیافی بھائی تھا جو ایسے قادر الکلام شاعر تھے کہ اُن کا کلام سن کر عرب کے تمام چنیدہ شعرا نے اُن کو سجدہ کیا تھا اور اُن کلام سبعہ معلقہ قصیدہ خانہ کعبہ میں لٹکا یا گیا تھا۔ جب اُنھوں نے قرآن مجید سنا تو شاعری ترک کر دی اور مسلمان ہو گئے۔ لوگ پوچھتے کہ شاعری کیوں ترک کر دی تو یہ جواب دیتے کہ اَبعد القرآن؟ یعنی کہ قرآن جیسے معجز بیاں کے بعد شاعری کیسی؟
- اور شیطانِ اعظم عامر ابن طفیل کا معاملہ یہ ہوا کہ وہ اربد کی سوختہ کوئلہ باقیات کو چھوڑ کر آگے بڑھا اور پناہ و قیام کے لیے ایک سلولیہ عورت کے ہاں اترا، اور اسی دوران اس کی گردن میں گلٹی نکل آئی غالباً وہ طاعون کا شکار ہو گیا جہاں وہ غم واندوہ اور بے چارگی سے یہ کہتا ہوا مر گیا کہ آہ! اونٹ کی گلٹی جیسی گلٹی، اور ایک سلولیہ عورت کے گھر میں موت؟

قبیلہ بنو عامر کا دوسرا وفد

عامر ابن طفیل کے مرنے کے بعد قبیلے نے ایک دوسرا وفد روانہ کیا، مشہور فخرِ عرب شاعر، لبید رضی اللہ عنہ جو اسلام قبول کر چکے تھے وہ اس وفد میں شامل تھے اور روایات کے مطابق اُنھوں نے شاعری کو ترک کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اُن کا کہنا تھا کہ شاعری کے بدلے اللہ نے مجھے قرآن عطا فرما دیا ہے۔ اس کے بعد اُن کی شاعری دین کی خدمت کے لیے وقف ہو گئی۔

وفد عامر بن صعصعہ

مورخین اور سیرت نگار اکثر وفد عامر بن صعصعہ اور وفد عامر بن طفیل کو ایک ہی جانتے ہیں یا گڈ مڈ کرتے ہیں، وفد عامر ابن طفیل جیسا اوپر آپ نے پڑھ لیا کہ جاہلیت کے مارے لوگوں کا وفد تھا جب کہ وفد بنو عامر پسندیدہ لوگ تھے جب یہ لوگ آئے تو رسول اللہ ﷺ مقام ابطح میں ایک سرخ خیمے میں تھے۔ جب انھوں نے سلام کیا تو آپؐ نے دریافت کیا کہ کون ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا ہم بنو عامر بن صعصعہ ہیں آپ نے فرمایا مرحبا (انتم منی وانا منکم تم میرے اور میں تمہارا ہوں)۔ اسی دوران نماز کا وقت آ گیا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی اور اذان میں گھومنے لگے تاکہ سب کی طرف آواز جائے، رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک برتن میں پانی لایا گیا آپؐ نے وضو کیا جو پانی بچ گیا تھا لوگ اس سے وضو کرنے کی کوشش کرنے لگے عصر کا وقت ہو گیا بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت پڑھی پھر رسول اللہؐ نے نماز پڑھائی۔ (طبقات ابن سعد)

وفد تجُیب میں اسلام کا رول ماڈل، ایک نوجوان

یہ یمن کے مسلمان خاندانوں کا تیرہ افراد پر مشتمل ایک ذیلی وفد تھا۔ یہ لوگ اسلام پر عمل پیرا، اقامت صلوٰۃ اور زکوٰۃ کرنے والے تھے۔ اپنی قوم کے درمیان صدقات کو تقسیم کرنے کے بعد جو کچھ فقراء کی ضروریات سے فاضل بچ گیا تھا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے آئے تھے۔ قرآن سننے اور نصیحت حاصل کرنے کے حریص تھے۔

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ باتیں پوچھیں تو آپؐ نے وہ باتیں لکھوادیں۔ وہ زیادہ عرصہ نہیں ٹھہرے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں تمام وفود کے مقابلے میں زیادہ تحائف سے نوازا۔ جب سب کو تحائف دیے جاچکے تو آپؐ نے دریافت کیا کہ کوئی باقی تو نہیں رہ گیا؟ ارکانِ وفد نے بتایا کہ ایک کم عمر نوجوان ہے جو ڈیرے پر حفاظت کی خاطر پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ سیّدنا ابو بکرؓ اِن کی مخلصانہ اور انکسارانہ اداؤں کو دیکھ کر بے ساختہ پکار اُٹھے 'یارسول اللہؐ سارے عرب کا کوئی وفد اِس شان کا نہیں آیا'۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے، وہ جس کے لیے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اُس کا دل ایمان کے لیے کھول دیتا ہے [1]

ا گویا نبی علیہ السلام نے اُن کے بلند پایہ اعمال کو اُن کے ایمان کی بلندی کا پیمانہ بتایا، پس فرائض سے غافل اور اللہ کی کھلی نافرمانی کے مرتکب ایمان کے دعوے دار جھوٹے ہیں، چاہے فقہی اور قانونی لحاظ سے اُن پر فتویٰ نہ لگایا جاسکے، ایسے لوگوں سے دوستی

رسول اللہ ﷺ نے اُس پیچھے چھوڑ دیے جانے والے کم عمر نوجوان کو بلوایا، جب وہ آپؐ کے سامنے حاضر ہوا تو اُس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ آپؐ نے لوگوں کی حاجتیں پوری فرمادِیں میری حاجت بھی پوری فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ تیری کیا حاجت ہے؟ نوجوان نے عرض کیا: واللہ، یارسول اللہؐ مجھے میری بستی سے اس کے سوا کوئی چیز نہیں لائی ہے کہ آپؐ اللہ عزوجل سے میرے لیے یہ دعا فرمادیں کہ وہ مجھے اپنی بخشش ورحمت سے نوازے اور میری مالداری میرے دل میں رکھ دے۔ آپؐ نے اس کے لیے یہ دعا فرمائی اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لَهُ وَارۡحَمۡهُ وَاجۡعَلۡ غِنَاهُ فِی قَلۡبِه۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شخص سب سے زیادہ قناعت پسند ہوگیا۔ اور اپنی قوم کا امام وامیر بن گیا۔ پھر اہل وفد کی حجۃ الوداع ۱۰ھ میں نبی ﷺ سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو آپؐ نے اُن لوگوں سے اُس نوجوان کا حال پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ اُنھوں نے اُس جیسا قانع وصابر نہ دیکھا اور نہ سُنا، اگر تمام جہان اُس کے حصے میں آجائے تو وہ اُس کی طرف التفات بھی نہ کرے۔ اور جب ارتداد کی لہر چلی تو صرف یہی نہیں کہ وہ اسلام پر ثابت قدم رہا بلکہ اپنی قوم کو وعظ ونصیحت کی تو وہ بھی اسلام پر ثابت قدم رہے۔

مشرکین پر زمین تنگ ہوگئی

اللہ کے اذن وحکم سے یہ تبوک کی مہم میں کامیابی کے ہی اثرات تھے کہ اب سرزمین حجاز کو مشرکین اور منکرین رسالت سے پاک کرنے کا موقع آگیا تھا۔ مشرکوں کی موجودگی اور اور اُن کے مشرکانہ نعروں اور برہنہ طواف میں یہ ممکن ہی نہ تھا کہ رسول پاک ﷺ اُن کے ہمراہ حج ادا کر سکتے۔ چناں چہ اللہ رب العالمین نے مشرکین سے برأت کا اعلان اور اُنھیں ایک مقررہ مدت میں نکل جانے کے احکامات بھیجے جو قرآن مجید میں سورہ توبہ کا ابتدائی حصہ تشکیل دیتے ہیں، اسے آپ اگلے باب#۱۹۸: "مشرکین کا استیصال" میں دیکھ سکتے ہیں۔

اِن احکامات کا خلاصہ یہ تھا کہ مشرکین کو چار مہینوں کی مہلت دی جاتی ہے، جس میں وہ امن وامان کے ساتھ کہیں بھی آجا سکتے ہیں، لیکن اس مدت کے گزرنے کے بعد اللہ اور اُس کا رسولؐ اِن کی جان کی حفاظت سے متعلق ہر ذمہ داری سے بری الذمہ ہوں گے۔ اِن کے خلاف جنگ کا اعلان ہے۔ وہ جہاں بھی پائے جائیں گے قیدی بنالیے جائیں گے یا قتل کر دیے جائیں گے۔ اس حکم میں دو استثناء(exceptions) بیان کیے گئے اوّلاً

اور دلی تعلق رکھنا اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے لیکن اِن کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، اِن کو اچھی بات کہنا اور اگر قرابت دار ہوں تو صلہ رحمی کرنا لازم ہے، اِن کے ساتھ بیٹھ کر گپّیں ہانکنا اور پکنک منانا، دعوتیں کھانا اور مزے اڑانا نامناسب ہے۔

یہ کہ وہ بت پرست مشرکین جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی معاہدہ کیا ہوا تھا اور نیک نیتی سے اس پر قایم تھے۔ اِن کے لیے اس معاہدے کی مدت ختم ہونے تک اس حکم کا اطلاق نہیں ہو گا۔ دویم یہ کہ وہ بت پرست جو اسلام کو سمجھنے کے لیے امن و عافیت کی درخواست کریں، اُن کو امان دی جائے گی اور محفوظ مقام پر پہنچانے سے پہلے اُن کے سامنے اسلامی تعلیمات پیش کی جائیں گی۔ اِن آیات کے مجموعے میں ایک آیہ مبارکہ (نمبر ۲۸) کے مخاطبین وہ نئے نئے اسلام قبول کرنے والے مکے کے کاروباری لوگ تھے جنھیں اندیشہ تھا کہ بت پرستوں کے نہ آنے کے باعث اُن کے ساتھ کاروبار کے علاوہ اُن کی نذر و نیاز سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ اس طرح ایک معاشی بحران پیدا ہو جائے گا۔ مذکورہ آیہ مبارکہ اپنے ترجمے کے ساتھ نیچے درج ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾ سُوْرَةُ التَّوْبَة، آیہ ۲۸	اے ایمان لانے والو، مشرکین نجس ہیں لٰہذا اس سال کے بعد یہ مسجدِ حرام کے قریب پھٹکنے بھی نہ پائیں۔ یوں اگر تمھیں تنگ دستی کا اندیشہ ہے تو کیا عجب کہ اللہ چاہے تو تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے، اللہ علم و حکمت والا ہے۔"

تبوک کے بعد گزشتہ صفحات میں ہم نے غزوہ تبوک کے کاروانِ نبوت ﷺ کی پیش رفت پر اثرات اور نتیجتاً کامیابیوں کا جائزہ لیا اب بہت مناسب ہے کہ رسول اللہ، محمد ﷺ کی مبارک زندگی کے اُن ایام کا بھی اور آپؐ کے دورِ رسالت و حکومت کے اُن واقعات و احوال کا بھی تذکرہ ہو جائے جو آپؐ کے بعد از تبوک اور قبل از حجۃ الوداع وَسفرِ آخرت وقوع پذیر ہوئے۔ کوئی جانے نہ جانے اللہ جانتا تھا کہ اُس کے پیغمبر علیہ السّلام کی مہلتِ عمر اب پوری ہو رہی ہے اور وہ تمام ابواب (chapters) جو کتابُ اللہ میں کھولے گئے اور جن گفتگوؤں کا آغاز اب تک کیا گیا ہے اُن کو اب عمدہ بر محل تا قیامت مطالعہ کیے جانے کے لیے اختتامی کلمات پر بند (concluding/ sum-up) ہونا چاہیے۔ نبی ﷺ اور قرآن مجید کے مخاطبین میں سے مشرکین سے آخری خطاب سُوْرَةُ التَّوْبَة کی آیات ۱ تا ۳۷ میں مذکور ہے جس کا تذکرہ پچھلے پیراگراف میں ہو چکا۔ یہود سے آخری خطاب پہلے ہی سُوْرَةُ الْجُمُعَة آیات ۱ تا ۸ میں باب ۱۷۷ میں ہو چکا ہے۔ اِن ایّام میں اہلِ ایمان کو جو ہدایات اور احکامات ملتے رہے وہ ابواب ۱۹۶ اور ۱۹۸ میں زیرِ گفتگو آئے ہیں، منافقین سے آخری گفتگو باب #

۱۹۴ میں بعنوان "منافقین اور ضعیف الایمان لوگ" میں ہو چکی ہے مگر منافقین کا معاملہ اپنے اجمالی جائزے کے لیے "کاوانِ نبوت" میں مزید توضیح چاہتا ہے۔ چناں چہ آنے والی سطور میں ہم حیاتِ طیّبہ کے بعد از تبوک ۹ اور ۱۰ ہجری برسوں کے واقعات کے ساتھ اس زمانی وقفے میں منافقین پر بھی گفتگو کریں گے۔

خانوادہ نبوت، تبوک کے بعد

سراج الدین ابو بکرؒ [مارٹن لنگز]، اپنی شہرہ آفاق کتاب "محمد ﷺ: اُنؐ کی حیات، قدیم ترین ماخذات سے" میں صفحہ ۴۴۷ پر رقم طراز ہیں: "بدر کے میدان سے واپسی کی طرح تبوک سے واپسی بھی ایک سانحے کی اطلاع ساتھ لائی۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک اور صاحب زادی آپؐ کی مدینے سے غیر حاضری کے دوران وفات پا گئیں۔ اس المناک واقعے کے دوران اُن کے شوہر بھی مدینے میں نہیں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کی قبر پر دعا فرمائی اور عثمانؓ سے فرمایا کہ اگر میری کوئی اور (شادی کے لائق) بیٹی ہوتی تو اُس کا عقد اُن سے کر دیتے۔" گویا اِمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات اُن ایام میں ہوئی جب رسول اللہ ﷺ اور عثمان رضی اللہ عنہ دونوں مبارک ہستیاں تبوک کی مہم پر تھیں، جب کہ بیشتر اصحاب السیر اور سیرت نگار آپؐ کی وفات کو اِن دونوں یعنی والدؐ اور شوہرؓ کی موجودگی میں بیان کرتے ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور مذکورہ قول تدفین کے موقع کا ہے۔ مگر یہ بات بھی سب کے نزدیک معتبر ہے کہ تبوک سے واپسی رمضان میں اور وفات اُم کلثومؓ شعبان میں ہوئی ہے۔

مؤلّف کاروانِ نبوت کی تحقیق کے مطابق تبوک سے واپسی ۵ رمضان ۹ ہجری (مطابق ۱۶ دسمبر ۶۳۰ء) میں اور اِمِ کلثوم رضی اللہ عنہا بنتِ محمد ﷺ وفات ۲۷ شعبان ۹ ہجری (مطابق ۱۰ دسمبر ۶۳۰ء) کو ہو چکی تھی، واللہ اعلم۔ جو بھی صورت رہی ہو، اللہ کے نبی ﷺ کی اپنے مشن میں لگن اور قربانیوں کو دیکھیے کہ دو بیٹیاں عالمِ جوانی میں دنیا سے رخصت ہو رہی ہیں اور وہ دین کی سربلندی اور اُس کے قیام کے لیے جہاد میں اس طرح مصروف رہے کہ وقتِ آخر اُن کو وقت نہ دے پائے اور راضی بہ رضائے الٰہی رہے۔ ہزاروں درود و سلام ہوں! للّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ إبراهيم وعلیٰ آل إبراهيم إنك حميد مجيد

تبوک کے بعد رمضان گزرا اور پھر عید الفطر آئی، ذوالقعدہ کی آخری تاریخوں میں ابو بکرؓ کی سربراہی میں تین سو کے قریب اصحاب حج پر گئے اور اُن کی روانگی کے بعد سُورَۃُ التَّوْبَۃ کی آیات ۱ تا ۳۷ نبی ﷺ پر نازل

ہوئیں جنھیں سنانے کے لیے علی رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا، یوں ۹ ہجری بھی گزر گیا اور حیات مبارکہ کا آخری اور ہجرت کا دسواں برس، یعنی نبوت کا تئیسواں اور عمر مبارک کا ۶۳ واں سال اب شروع ہونے والا ہے جو ۱۳ ربیع الاوّل کو اختتام پذیر ہو گا۔

اگلا پورا برس یعنی دس ہجری، مدینے میں آپؐ کے پہلے برس کی مانند شہر کے اندر ہی قیام میں گزرا، کسی غزوے پر باہر جانے کی نوبت نہیں آئی۔ آپؐ کے نومولود بیٹے ابراہیمؓ نے اب کچھ پاؤں، پاؤں چلنا سیکھ لیا تھا اور کچھ الفاظ بولنا بھی اور دونوں نواسوں حسنؓ اور حسینؓ کی ابھی تک تو ایک ہی چھوٹی بہن تھیں، زینبؓ۔ جن کا نام اُن کی مرحومہ خالہ کی یاد دلا دلاتا تھا تاہم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں اب چوتھے بچے کی آمد آمد تھی۔ اور خاندان کے دیگر افراد میں آپؐ کی بہو ام کلثومؓ بنت عقبہ [2]، منہ بولے بیٹے زید بن حارثہؓ کی موتہ میں شہادت کے بعد اب زبیر بن العوامؓ کے نکاح میں تھیں۔ خاندان میں رسول اللہ کی محبتوں کا مرکز آپؐ کے پوتے اسامہ بن زیدؓ تھے۔ منہ بولے بیٹے کی شہادت نے انھیں پہلے سے زیادہ محبوب بنا دیا تھا، ویسے بھی بزرگی کی عمر میں پوتے ہی زیادہ محبوب ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام آپؐ کی اپنے پوتے پر اس وارفتگی کو دیکھ کر اُسامہؓ کو محبوب ابن محبوب کہا کرتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی جعفر طیّار کے تین بیٹے تھے، اُن کی بھی موتہ میں شہادت ہونے کے بعد وہ تینوں اب ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بیٹے تھے، کیوں کہ انھوں نے اُن کی والدہ اسماءؓ بنت عمیس [3] سے نکاح کر لیا تھا۔ اور اِن کے یہاں بھی ایک بچے کی ولادت متوقع تھی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد عباس رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مستقل طور سے مدینہ میں سکونت پذیر ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا عباسؓ اور چچی اُمِّ فضلؓ سے خصوصی اُنس تھا اور اِن کے یہاں اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے، یاد رہے کہ اُمّ المومنین میمونہؓ، اُمّ فضلؓ کی سگی بہن تھیں۔ اِن کا بڑا بیٹا فضل جس کے نام پر اُن کا نام اُمِّ فضل تھا اب بڑا ہو چکا اور شفقت کی علامت کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن پر خاص توجہ فرماتے تھے کم از کم ایک موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میمونہؓ کے حجرے میں تھے تو میمونہؓ نے اپنے بھانجے فضل کو مہمان رکھا ہوا تھا۔ خاندانی کاموں میں فضل بن عباسؓ آگے آگے رہتے تھے۔ آپؐ کے بیٹے ابراہیم اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تدفین سے قبل آخری غسل فضلؓ نے ہی دیا تھا۔

---

۲ ام کلثوم بنت عقبہؓ نے تین بدری صحابہ سے شادی کی، زیدؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور آخر میں عمرو بن العاص، اولاد صرف عبدالرحمٰن بن عوف سے ہوئی۔ زیدؓ، زبیرؓ، اور عمروؓ کے ساتھ نکاح کا بندھن محض چند مہینوں تک رہا۔

۳ اسماءؓ نے تین نکاح کیے چنانچہ جعفرؓ سے محمد، عبداللہ اور عون، خلیفہ اوّل ابو بکرؓ سے محمد اور پھر علیؓ سے یحییٰ پیدا ہوئے

سنہ ۱۰ ہجری اپنے وسط کو پار کر کے اپنی آخری چوتھائی میں داخل ہو رہا تھا کون جانتا تھا کہ اب زیادہ وقت باقی نہیں رہا ہے۔ شوال کا مہینہ آگیا آپؐ کے بیٹے ابراہیمؓ شدید علیل ہیں اور چند ہی روز میں واضح ہو گیا کہ وہ اب موت سے نہ بچ سکیں گے۔ اِن کی والدہ اور اُن کی بہن سیرینؓ بنت شمعون (زوجہ حسّان بن ثابت) اِن کی دیکھ بھال کر رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ انھیں دیکھنے کے لیے برابر تشریف لے جاتے رہے۔ جب معصوم بچے پر نزع کا عالم طاری تھا تو رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس ہی تھے، بچے نے آخری ہچکی لی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے کو گود میں لے لیا اس حال میں کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ وہاں موجود تھے، انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ یہ تو وہ بات ہے جس سے آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ مسلمان آپؐ کو گریہ کرتے دیکھیں گے تو وہ بھی اشک بار ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ روتے رہے اور جب آپؐ نے اپنی آواز پر قابو فرمالیا تو فرمایا کہ میں اس سے منع نہیں کرتا یہ شفقت و رحمت کا تقاضہ ہے اور جو رحم کے جذبے سے خالی ہے، اُس پر رحم نہیں کیا جائے گا، [غالباً رُخِ مبارک بیٹے کی میّت کی طرف پھیر کے کہا] اے ابراہیم ایسا نہ ہوتا کہ دوبارہ ملنے کا وعدہ یقینی ہے اور یہ کہ یہ وہ راستا ہے جس پر سب کو جانا ہے اور ہم میں سب سے بعد میں جانے والا پہلے جانے والے سے جا ملے گا۔ تو ہم تمھاری موت پر اس سے زیادہ رنج و غم کرتے۔ تو ہم اے ابراہیم تمھارے لیے غم زدہ ہیں۔ آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل غمگیں ہوتا ہے لیکن ہم زبان پر ایسی کوئی بات نہیں لاتے جو رب کو ناراض اور غضب ناک کردے۔" (ابن سعد بحوالہ محمد ﷺ، سراج الدین ابو بکر)

آپؐ نے دونوں بہنوں ماریہؓ اور سیرینؓ بنت شمعون (ابراہیمؓ کی والدہ اور خالہ) سے تسلی کے کلمات فرمائے اور انھیں یقین دلایا کہ ابراہیمؓ جنّت میں ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد آپؐ چچا عباسؓ اور فضلؓ بن عباس کے ساتھ واپس تشریف لائے۔ نوجوان فضلؓ نے میت کو غسل کے لیے لٹایا۔ دونوں بزرگ اس عمل کو دیکھتے رہے، پھر میت کو قبرستان کی جانب لے جایا گیا۔ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ اُسامہ بن زیدؓ اور فضلؓ نے میّت کو قبر میں لٹانے کے کام انجام دیے۔ قبر پر مٹی ڈالی جا چکی تھی لیکن آپؐ قبر کے کنارے کھڑے رہے۔ پھر پانی کی مشک منگوائی اور اسے قبر پر چھڑکنے کا حکم فرمایا۔ قبر پر ڈالی گئی مٹی کچھ ناہموار سی رہ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ جب تم کوئی کام کرو تو اسے اعلیٰ ترین نہج پر مکمل کرو۔ اس کے بعد مٹی کو کسی اور سے کہنے کے بجائے خود اپنے ہاتھوں سے برابر کیا اور اس بارے میں وضاحت فرمائی کہ ایسا کرنے (مٹی برابر کرنے) سے نہ کوئی نقصان ہے نہ فائدہ لیکن اس عمل سے (ایسا کرنے والے) مصیبت زدہ کے دل کو سکون ملتا ہے۔

ابراہیمؑ کی وفات کے دن ان کی تدفین کو زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ سورج کو گرہن لگ گیا۔لوگوں نے اس گرہن کو رسول اللہ ﷺ کی سوگواری میں سورج کی ہم نوائی کا نتیجہ قرار دیا تو آپؐ نے فرمایا"سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں۔اِن کی روشنی کسی کی موت سے دھندلی نہیں ہوتی"۔اگرچہ ایسا کہنے سے آپ کی بڑائی ثابت ہوتی تھی لیکن آپ نے سچ بات ہی لوگوں کو بتائی تھی، قارئین کو صوفیا کی کرامات میں سینکڑوں نہیں ہزاروں اپنی بڑائیاں جتانے کے قصے مل جائیں گے جو ممکن الوقوع نہیں انھوں نے خود گھڑے ہیں۔

آج انسانی علم کائنات کے بارے میں اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ ماضی بعید اور مستقبل بعید کے تمام گرہن کے اوقات اور ایّام کا تعین کیا جا سکتا ہے۔فلکیات کی ویب سائٹ سے جب اِن ایّام میں سورج گرہن تاریخ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُن ایام میں گرہن ۲۲ جنوری ۶۳۲عیسوی مطابق ۲۳شوال ۱۰ ہجری ہوا تھا۔ابراہیمؑ کی عمر۱۷ مہینوں سے چند دن اوپر رہی ہو گی۔

19.05

Muhammad's Observation of the 632 Solar Eclipse

I.A. Ahmad (Imad-ad-Dean, Inc.)

We show that the Muslims of Medina observed the solar eclipse of Jan. 22, 632 A.D. based on numerous descriptions in the Hadith, where this event had previously been assigned dates ranging from June, 631 to November 632. The descriptions are clearly consistent with terrestrial rotation curve of Stephenson and Morrison (1984, Phil. Trans. R. Soc. Lond. A 313, 47). The event provides the only known useful observation in the "gap" in the data between 200 A. D. and 700 A.D. Conversion of the hadithic reports into a useful data point is a demonstration of the value of a personal knowledge of a culture in interpreting astronomical references in nonastronomical literature.

متفرق معاملات

۱. حدیث جبریل

۲. لعان: عُوَیمر عَجلانی اوران کی بیوی

۳. غامدیہ خاتون کوجب دودھ چھڑالیا تب اسے رجم کیا گیا تھا۔

منافقین پر گھیرا تنگ ہو گیا

تبوک کے بعد واقع ہونے والے معاملات کا اور جو تبدیلیاں آئیں،اُن کا ایک مختصر جائزہ گزشتہ صفحات میں سامنے آگیا، لیکن یہ جائزہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تذکرہ نہ کیا جائے کہ اس عرصے کے دوران منافقین پر کیا آفتیں ٹوٹیں اور کس طرح وہ بے نقاب و رسوا ہوئے، کس سختی کے ساتھ اللہ نے اُن پر عتاب نازل کیا اور کس طرح اہلِ ایمان کے درمیان وہ بے وقعت ہوئے۔

منافقین کی سرگرمیوں اور اُن سے کس طرح نبٹا گیا اور ہر مرحلے پر قرآن نے کس طرح رہ نمائی کی اُس کا ایک جائزہ گیارہویں جلد کے ۱۶۵ویں باب میں لیا جا چکا ہے لیکن وہ غزوہ بنی مصطلق سے پہلے تک کا ہے۔غزوہ بنی مصطلق سے واپسی خود منافقین کے طریق واردات کو سمجھنے اور تا قیامت منافقین کی شناخت،اُن کی دلچسپیوں

اور کار گزاریوں کا ایک ماڈل بن گئی جو سورۃ المنافقون اور سورۃ النور میں تفصیل سے بیان ہو گیا۔ ابواب ۱۶۷ اور ۱۶۸ اِن کے تذکرے پر مشتمل ہیں۔

عمرہ ادا کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو خواب کے ذریعے ہدایت ملی یہ خواب غزوہ حدیبیہ کا پیش خیمہ بنا، اِس لمحے سے سورۃ التوبہ نازل ہونے تک منافقین کی جتنی زیادہ سے زیادہ ذلت و خواری اللہ نے اُن کی قسمت میں لکھ دی تھی، اتنی وہ پوری ہو گئی تھی۔ ابو عامر اور عبداللہ بن ابی دونوں کے مرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات تک منافق سر نہیں اُٹھا پائے، گرچہ مانعین زکوٰۃ اور مدعیانِ نبوت کے فتنے منافقین کی پشت پناہی سے فروغ پا سکے لیکن امیر المؤمنین ابو بکر صدیقؓ نے اُن کا قلع قمع کر دیا مگر وائے افسوس، کم یا زیادہ منافقین کے فتنوں سے امت کو نجات کی آج تک کوئی راہ نہیں ملی ہے۔ پچھلے ابواب میں منافقین اور نفاق کے مستقل تفصیلی تذکرے کے باوجود سیرت و قرآن مجید کے طالب خوشہ چینوں کے لیے یہاں ایک مختصر اور جامع جائزہ ضروری ہے۔

سنہ ۶ ہجری میں پہلی مرتبہ عمرے کے لیے روانہ ہوتے ہوئے منافقین پیچھے رہ گئے اور پہچانے گئے، ایک بھی منافق اس خوف سے نہ گیا کہ قریش مکہ میں گھستے ہی تمام مسلمانوں کا قتلِ عام کر دیں گے۔ مگر مسلمان بیعتِ رضوان سے شاد کام ہو کر صلح حدیبیہ کے بعد سُوْرَةُ الْفَتْح کی تلاوت کرتے ہوئے سرخ رو واپس آ گئے، منافقین نام بنام پہچان لیے گئے اور غزوہ خیبر میں باوجود اُن کے منتیں کرنے کے اُنھیں نہیں لے جایا گیا۔

واضح طور پر منافقین کو اُن کے برے گمانوں پر لعنت ملامت کی گئی جو وہ دین اسلام کے قیام و فروغ کی جدوجہد میں اہلِ ایمان کے بارے میں ہمیشہ رکھتے ہیں، اُنھیں بے وقوف اور جلد ختم ہونے والا جانتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اللہ اُن کی مدد کرے گا اور یہ کہ جن مصائب اور رسوائی کے چکروں میں وہ راہِ حق کے مجاہدین کو اپنی خیالی دنیا میں پھنسا دیکھتے ہیں اُس سے کہیں بڑے چکروں میں پھنسنا اُن کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے۔ ۶ ہجری میں ذوالقعدہ کے نصف اوّل میں حدیبیہ سے مدینے کو واپسی کے سفر میں نازل ہونے والی سُوْرَةُ الْفَتْح کی آیہ ۶ میں فرمایا گیا: وَّ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَیْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ۝۶ ترجمہ: اور تاکہ: اُن منافق مردوں اور عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرکہ عورتوں کو

عذاب دے جو اللہ کے متعلق برے گمان رکھتے ہیں۔ آج اُن مصائب کے چکر میں وہ خود ہی پھنس گئے ہیں! اور ان پر اللہ کا غضب ہوا اور ان پر اس نے لعنت کی اور ان کے لیے اس نے جہنم تیار کر رکھی ہے اور وہ نہایت برا ٹھکانا ہے! [دیکھیے جلد ۱۲، باب ۷۳، صفحہ ۹۸]

حدیبیہ کو نہ جانے والے تمام نام نہاد مسلمان بیعت رضوان سے محروم رہے اور منتیں کرنے کے باوجود رسول اللہ ﷺ انھیں اپنے ساتھ خیبر نہیں لے کر گئے۔ منافقین بڑی حد تک رسوا ہو رہے تھے۔ غزوہ خیبر پھر عمرہ قضا اور موتہ میں رومیوں کی ایک لاکھ فوج کا سامنا کر کے بخیریت واپس آ جانے نے منافقین کی کمر توڑ کے رکھ دی تھی اور شکست و رسوائی کے جن چکروں میں وہ مسلمانوں کو دیکھنا چاہ رہے تھے اُس رسوائی کی دلدل میں وہ خود کمر تک تک ڈوب چکے تھے اور اب صرف گردن تک ڈوبنا مزید چند مہینوں کا منتظر تھا۔

۷ ہجری کے اواخر میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے سُوْرَةُ التَّحْرِيْم اب واضح ہدایت لے کر آ چکی ہے کہ منافقین کے ساتھ کسی نرمی، کسی پردہ پوشی اور کسی معافی کی ضرورت نہیں: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۹ فرمایا جا رہا ہے کہ (مفہوم): اے نبی مشرکین، اہلِ کتاب اور ہر نوع کے کافروں سے جنگ کرو اور اسلام کا لبادہ اوڑھے نام نہاد مسلمانوں یعنی منافقوں کے ساتھ فکری و نظری اور زندگی کے تمام محاذوں پر اُن کو شکست دینے کے لیے از بس جدوجہد یعنی جہاد کرو اور اُن کی حرکتوں سے غیر ضروری چشم پوشی نہ کرو بلکہ اُن کے ساتھ مناسب سختی برتو، ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے!

۸ ہجری میں مکہ کی فتح اور پھر حنین میں مشرکین کو عبرت ناک رسوائی اور انصارِ مدینہ کا اپنے نبی پر بے مثال اعتماد نے منافقین کی کمر توڑ دی[4] اور وہ قریب تھا کہ دم توڑ دیتے کہ سال کے وسط میں خبریں آنے لگیں کہ سلطنتِ روم، مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لیے لاکھوں کی تعداد میں حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ بجائے اس کے کہ رومیوں سے جنگ مدینے میں ہو براہِ راست اُن کی

---

۴ منافقین کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی تھی کہ کسی طرح انصار کو مہاجرین اور رسول اللہ ﷺ سے بد ظن کیا جائے۔ حنین کے بعد جو بیش بہا غنیمت ہاتھ آئی وہ کم و بیش ساری آپؐ نے قریش کے نو مسلموں میں بانٹ دی، یہ ایک نازک موقع تھا جب انصار کی عصبیت جاگ جاتی، رسول اللہ ﷺ نے جب اُن سے کہا کہ لوگ اپنے گھر بھیڑ بکریاں لے جائیں اور تم اپنے گھر اللہ کے رسول کو لے جاؤ تو ابلیس کی لگائی بجھائی ساری ٹھنڈی ہو گئی اور انصار کے درمیان عصبیت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا گیا۔

مملکت پر ہم کیوں نہ حملہ آور ہو کر اُن کی جنگی تیاریوں کو ختم کر دیں اور اُنھیں ایسا مزہ چکھائیں کہ تاقیامت دشمن اُس کو یاد کر کے ایمان کی طاقت سے خوف زدہ رہیں، ایمان کو سوائے نفاق اور منافقین جو اُن کے اندر ابلیس پیدا کرتا ہے کوئی دوسری چیز مغلوب و مرعوب نہیں کرتی۔ رئیس المنافقین کا خالہ زاد ابو عامر پہلے ہی رومیوں کی گود میں جا کر بیٹھا ہوا تھا اور اُنھیں مدینے پر حملے کے لیے اکسا رہا تھا اور رومیوں کے استقبال کی تیاریوں کے لیے مدینے میں ایک مہمان خانہ اور ہیڈ کوارٹر مسجد کے نام سے بنایا گیا۔ منافقین رومیوں کی طاقت سے ڈر گئے اور موت کے منہ میں جانے کے لیے تیار نہیں ہوئے، رئیس المنافقین نے انصار کو ڈرانے، جنگ پر نہ جانے اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے خرچ کرنے سے منع کرنے کی ایک مہم چلا دی۔ مدینے کے ایک منافق کے گھر پر غزوہ تبوک سے لوگوں کو روکنے کے لیے مرکز بنایا، سُوْرَةُ التَّحْرِيْم میں حکم آ چکا تھا کہ اب منافقین کے لیے کوئی نرمی نہیں ہو گی، رحمت اللعالمین ﷺ نے اُس گھر کو آگ لگوا دی یہ اُن کی رحمت ہی کا مظہر تھا کہ منافقین کو اندر بند کر کے آگ نہیں لگوائی، نہ اُنھیں گرفتار کیا، بس اتنی ذلت کافی تھی۔ دنیا میں اب تک جتنی غیر اسلامی حکومتیں گزری ہیں اس نرمی کی نظیر نہیں پیش کر سکتیں کہ عین حالتِ جنگ میں ریاست کے خلاف ،اور قومی جنگی اقدامات کے خاف کھلی بغاوت کرنے والوں کو کوئی سزا اس کے سوا نہ دی گئی ہو کہ بس اُن کا ہیڈ آفس نذرِ آتش کیا گیا ہو۔ یہ وہ موقع تھا جب سورہ توبہ کا آیات ۳۸تا۷۲ پر مشتمل پہلا خطبہ منافقین کا پردہ چاک کرتا اور اُن کی مذمت کرتا نازل ہونا شروع ہوا، ذیل کی سطور میں وہ تذکیر و ہدایات درج ہیں جو اس خطبے کا حاصل ہیں:

- اے نبیؐ، اگر یہ مہم مشکل نہ ہوتی اور دنیاوی نفع یقینی اور آسان ہوتا تو یہ لالچی ضرور چلتے یہ معذرتیں پیش کر رہے ہیں، یہ پکے جھوٹے ہیں۔
- منافقین کی معذرت قبول نہیں کی جائے، یہ کم نصیب غلبہ دین کا ارادہ و ادراک ہی نہیں رکھتے، اللہ بھی انھیں توفیق نہیں دیتا۔ اِن کے ساتھ بہت سختی سے پیش آؤ۔ (یہ بات پچھلے برس سُوْرَةُ التَّحْرِيْم میں بھی کہی گئی تھی۔)
- منافقین اگر شریک جہاد ہوں، اور تمھاری مہمات میں شامل ہو جائیں تو سوائے تمھارے کاموں کو خراب کرنے اور بد دلی پھیلانے کے کیا کریں گے اقامتِ دین کے اِن غیر فعال ڈرپوک لوگوں کی

شرکت کی تمنا بھی نہ کرو۔

- تمھاری کامیابی اِن کو افسردہ اور تمھاری تکلیف اِن کو خوشی سے نہال کرتی ہے۔اِن منافقوں کو بتادیجیے کہ ہمیں کوئی تکلیف، مشکل، آزمائش اور ناکامی نہیں پہنچتی مگر وہ جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ رکھی ہے۔
- منافقین کا دیا کوئی چندہ اور مالی اعانت کسی طور قبول نہیں کی جائے گی یہ پکے فاسق لوگ ہیں۔
- اللہ منافقین کو دنیا کی زندگی میں سزا دینا چاہتا ہے،اِن کی نشانی یہ ہے کہ نماز میں اِن کا دل نہیں لگتا کسمساتے ہوئے آتے ہیں اور ہمیشہ مال اور دنیاوی زندگی میں مال دولت، اسٹیٹس اور عزت کے طلب گار ہوتے ہیں اور غلبہ دین کے کسی مشن سے بھی مقصود یہی چیز ہوتی ہے۔
- ہر دم صاحبان امر پر الزامات لگانے والے ہونے کے ساتھ ہر دم پول کھل جانے سے خوف زدہ رہنے کے باعث اپنے ذرا سے کام یا ایثار کا چرچا کرتے رہتے ہیں۔
- منافقین کنجوس ہیں اور برائی کا حکم دیتے ہیں۔
- اہلِ حق، صابر و مجاہد اہلِ ایمان کے مقابلے میں منافقین کی وہی سرشت رہتی ہے جو پہلوں کی تھی۔
- کچھ منافقوں کو اگر معاف کر بھی دیا جائے تو نفاق کے سرغنے ناقابل معافی ہیں۔

منافقین کی کارگزاریوں، شناخت اور اُن کے ساتھ معاملت پر مدنی سورتوں میں بلا مغالبہ سینکڑوں آیات آئی ہیں جو سورۃ البقرہ اور ماعون سے نازل ہونا شروع ہوکے سورہ توبہ تک مل جائیں گی لیکن جہاں منافقین، منافقون اور نفاقاً کے الفاظ کے ساتھ اِن دشمنانِ دین کا تذکرہ ہوا ہے وہ آیات پورے کلام مجید میں صرف ۲۹ ہیں۔چند سورتوں میں یہ آیات ایک ایک یا دو، دو ہیں لیکن چار سورتیں اس تذکرے میں حجت تمام کرنے والی ہیں۔ترتیب نزولی پر نساء اور الاحزاب میں چھ، چھ (۶) مرتبہ، منافقون میں تین (۳) مرتبہ اور سب سے زیادہ التوبہ میں سات (۷) مرتبہ۔غزوہ تبوک پر روانگی سے قبل سُوْرَةُ التَّوْبَة کی درج ذیل چار آیات نازل ہوئیں، ہم یہاں صرف ترجمہ درج کر رہے ہیں اِن کی تفسیر اور اوپر دیے گئے اشارات کی تفصیل آپ باب ۱۹۲ "سلطنتِ روم سے جنگ کی تیاری" میں دیکھ سکتے ہیں۔

- يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ ترجمہ: منافقین ڈر رہے ہیں کہ کہیں اِن پر کوئی ایسی سُورہ نہ نازل ہو جائے جو اِن کے دلوں کے بھید سے اُن (مومنوں) کو آگاہ کردے۔اِن سے کہہ دیجیے کہ مذاق اُڑالو، اللہ اِن باتوں کو کھول کر

رہے گا جس کے کھل جانے سے تم ڈرتے ہو۔

- اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ ترجمہ: تمام منافقین اور منافقات سب ایک دوسرے کے چٹے بٹے ہیں یہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور اچھی باتوں سے روکتے ہیں اور اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا بلاشبہ یہ منافقین بڑے ہی فاسق ہیں۔
- وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾ ترجمہ: اِن منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کے لیے اللہ نے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہی ان کے لیے بڑی موزوں جگہ ہے۔ ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور ان ہی کے لئے دائمی عذاب ہے۔
- يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾ ترجمہ: اے نبیؐ، کفّار اور منافقین کے ساتھ جہاد کرتے رہو اور سختی سے پیش آؤ، آخر کار ان کا ٹھکانا جہنّم ہے اور وہ رہنے کے لیے بد ترین جگہ ہے۔

اللہ نے چوں کہ منافقین سے توفیق ہی چھین لی اس لیے اُن کی اکثریت نہ جا سکی اور جن کی بد بختی مزید تھی وہ فتنہ برپا کرنے کے لیے شریک سفر رہے پہچانے گئے نام بنام، رسول اللہ ﷺ نے تمام نام ابو حذیفہؓ کو بتا دیے جو انھوں نے تا زندگی راز ہی رکھے۔ واپسی میں مسجد نبوی میں داخلے سے قبل رسول اللہ ﷺ نے مسجدِ ضرار کو مسمار کروا کے آگ لگوا دی۔ غزوہ تبوک میں رومی تو پیٹھ دکھا کر بھاگ ہی گئے تھے لیکن اصل شکست اور ذلت و رسوائی منافقین کو ہوئی۔ کچھ ہی عرصے میں عبداللہ بن ابی مدینے میں فوت ہو گیا اور ابو عامر رومیوں کے پاس پردیس میں مر گیا، جس نے نبی ﷺ کو غریب الوطنی میں موت کی بد دعا دی تھی اللہ نے اُس کو جلا وطنی میں موت دے دی۔

غزوہ تبوک سے واپسی پر جب منافقین جھوٹی معذرتیں کر رہے تھے، مسجدِ ضرار کو آگ لگائی گئی اور بن ابی مرا تو سورہ توبہ کا دوسرا خطبہ جو ۷۴ تا ۱۲۹ آیات پر مشتمل ہے نازل ہوا: ذیل کی سطور میں وہ تذکیر و ہدایات درج ہیں جو اس خطبے کا حاصل ہیں:

- منافقین کی طعن آمیز باتوں پر گرفت: منافقین سے کہا جائے کہ اگر وہ مسلمان ہونے کا دم بھرتے ہیں تو اپنی حالت پر شرم کریں اور اپنی دوغلی اور منافقانہ روش سے باز آجائیں۔ سرگرم مجاہدین پر جو وہ پھبتیاں کستے ہیں وہ ناقابلِ معافی ہیں، اللہ اُن کا پول [کھوکھلا پن، دوغلا پن] کھول کر رہے گا۔اِن کو ایک روز پتا چل جائے گا کہ انھوں نے کفر کا کلمہ کہا اور اپنے اسلام کے اظہار کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے یہ کلمہ گو نام نہاد مسلمان دشمنانِ دین میں بدترین دشمن ہیں۔
- جہاد سے غیر حاضر منافقین کے لیے کوئی معافی نہیں: بدر، اُحد، خندق اور حدیبیہ میں شرکت نہ کرنے پر منافقین کی سرزنش نہیں کی گئی، لیکن اب بہت ہوگیا، جو لوگ تبوک پر نہیں گئے جان لیں کہ اُن کے لیے دردناک عذاب ہے اور اُن کا ایمان اللہ کے نزدیک (قضائے الٰہی میں) قابلِ قبول نہیں ہے۔
- بخیلی نے دل میں نفاق کو جمادیا: نام نہاد مسلمانوں میں وہ بھی ہیں جو دعا کرتے تھے کہ دولت مل جائے تو خوب صدقہ وخیرات کریں مگر جب اللہ نے اپنے فضل سے ان کو خوب عطا کیا تو یہ بخیلی دکھانے لگے،اِس وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق کو خوب جمادیا اُس دن تک کے لیے جب یہ اللہ سے ملاقات کریں گے۔
- منافقین ،خواتین کی مانند پیچھے رہ جانے والے ہیں: غلبۂ اسلام اور بقائے اسلام کی سرگرمیوں میں پیچھے رہ جانے والے، عورتوں کی مانند ہیں جو فطرتاً نازک بنائی گئی ہیں،اور غضب ناک ہوکر دشمنوں سے نبٹنے اور سخت جان لیوا کاموں کے لیے تخلیق نہیں کی گئی ہیں۔
- منافقین باوفا معذورین کی مانند نہیں: یہ منافقین اُن مخلص مسلمانوں کی طرح نہیں ہیں جو قرار واقعی عذر کی بنا پر نہ شریک ہوسکے اور غیر حاضری پر غمگیں رہے۔منافقین چاہیں گے اُنھیں بھی اُن کی طرح گنا جائے، لیکن فراست مومن اُنھیں شناخت کرلے گی۔
- منافقین اور کلمہ گو فاسقین کی نمازِ جنازہ: رسول اللہ ﷺ رئیس المنافقین کی نماز پڑھانے کھڑے ہی ہوئے تو براہِ راست حکمِ الٰہی (آیات ۸۰ اور ۸۴) سے آپؐ کو روک دیا گیا۔اب اس کی گنجائش نہیں تھی کہ مسلمانوں کی جماعت میں منافقین کو پنپنے نہ دیا جائے یا اُنھیں عزت ملے۔[روایات میں اختلاف ہے کہ شاید ممانعت کی آیہ مبارکہ ۸۴ پڑھانے کے بعد نازل ہوئی، جس کے بعد آپؐ نے اور بزرگ صحابہ نے منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھنی چھوڑ دی]

منافقین، منافقون اور نفاقاً کے الفاظ کے ساتھ اس خطبے میں ذیل میں درج مزید تین آیات نازل ہوئیں جو

پہلی چار ملا کر سورہ توبہ میں سات (۷) کی تعداد پوری کر کے اسے منافقین پر ملامت کرنے والی سب سے بڑی ممتاز سورۃ بنا دیتی ہیں۔ آیات مطالعہ فرمائیں۔ ہم یہاں صرف ترجمہ درج کر رہے ہیں اِن کی تفسیر اور اوپر دیے گئے اشارات کی تفصیل بھی آپ باب ۱۹۴ " منافقین اور ضعیف الایمان لوگ" میں دیکھ سکتے ہیں۔

- فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ۝۷۷ ترجمہ: مگر جب اللہ نے اپنے فضل سے ان کو خوب عطا کیا تو یہ بخیلی دکھانے لگے اور ٹال مٹول کر کے منہ موڑ لیا پس اس وعدہ خلافی کی وجہ سے جو انہوں نے اللہ کے ساتھ کی، اور اس جھوٹ کی وجہ سے جو وہ بکتے رہے، اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق کو خوب جما دیا جو اس کی جناب میں ملاقات کے دن تک ان کا پیچھا نہ چھوڑے گا۔
- اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۝۹۷ ترجمہ: یہ عرب بدوی، کفر و نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور ان کا اللہ کی حدود سے جو اللہ نے اپنے رسولؐ پر اُتاری ہیں بے خبر ہونا بہت قرینِ حالات ہے، ایسا شہروں سے دور رہ کر ان کی علم تک نارسائی کی بنا پر ہے۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور حکیم و دانا ہے۔
- وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕۛ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ؔۛ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیْمٍ۝۱۰۱ ترجمہ: اور کچھ تمہارے شہر کے اطراف میں جو بدوی رہتے ہیں ان میں سے اکثر اور کچھ مدینے والوں میں منافق ہیں، جو نفاق میں طاق ہو گئے ہیں۔ اے نبیؐ، تم اِنہیں نہیں جانتے، ہم ان کو جانتے ہیں۔ جلد ہی ہم انھیں دوہری سزا دیں گے، پھر وہ بڑے بھاری عذاب کے لیے واپس لائے جائیں گے۔

مردِ آہن امیر المؤمنین سیّدنا عمر فاروق کی آنکھیں بند ہونے کے بعد منافقین اس ساری ذلت و رسوائی کے باوجود کاک روچوں (لال بیگوں) کی مانند بڑھتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخری برس جب لوگ فوج در فوج دین میں داخل ہو رہے تھے وہ تمام لوگ جو اسلام کو شعوری طور پر نہیں قبول کرنا چاہتے تھے وہ بھی "ناچار مسلمان شو" مسلمان بن گئے اور اُن کی اولادیں بھی اُنھی جیسے نام کی مسلمان پیدا ہوئیں۔ یہ بہت بڑی تعداد میں تھے، انھوں نے فتنہ ارتداد کو گرم کیا اور ساتھ دیا، یہی مانعین زکوٰۃ بنے اور یہی خوارج اور نہ جانے کیا کیا اسلام کا لبادہ اوڑھ کر دشمنانِ دین بنے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اِن ہی کی موجودگی نے چند لمحے یہ باور نہیں ہونے دیا کہ رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وفات پا چکے ہیں، وہ کہتے تھے کہ وہ منافقین کو ختم کر کے ہی سفرِ آخرت اختیار کریں گے، تاہم سیّدنا ابو بکرؓ کی تذکیر سے بات کو سمجھ گئے کہ ہونے والا جان کاہ حادثہ ہو گیا اور رسول اللہ وفات پا گئے، وہ بھی ایک رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ تھے۔

اسلام کی سربلندی کی جدوجہد کو تاریخ کے ہر دور میں اور آج بھی جتنا نقصان مسلمانوں کی زندگیوں میں نفاق کی کارفرمائی سے پہنچتا ہے اُتنا ہنود یا یہود یا اور کسی سے نہیں پہنچتا۔ گیارہویں بارہویں ہجری میں یہ جتنے بھی تھے، آج مسلمانوں کی اکثریت اور اِن کے مقتدر طبقے کی ۹۹ فیصد تعداد اسی نفاق زدہ جھوٹ کی عادی، تارک صلوٰۃ طبقے پر مشتمل ہے، جن کا دل نہ اسلامی تہذیب و تمدن اور اُس کی عائد کردہ پابندیوں پر مطمئن ہے، اور نہ ہی جنھیں قرآن کی تعلیمات کا اور سیرتِ نبویؐ کا کوئی ادراک! یہی لوگ ہیں جو عدالتوں، یونیورسٹیوں، میڈیا، پارلیمنٹس، مارکٹس، بیوروکریسی، اسٹاک ایکس چینج، ایجنسیوں اور مدرسوں اور مسجدوں میں غالب اکثریت میں ہیں، اِلّا ماشاءاللہ! مخلص انصار اب آٹے میں نمک کے برابر ہی رہ گئے ہیں۔

ہمارے مقتدر طبقہ نے اہلِ طائف کے وفد کی شرائط[5] پر (دیکھیے صفحہ ۲۵۴) اسلام کو قبول کیا ہے۔ اُنھیں بغیر نکاح کے تعلقات پر (زنا) کوئی پابندی گوارا نہیں، بلکہ یہ تو اہلِ مغرب کی مانند .... کے رسیا ہیں۔ اور شراب نوشی اُن کا طریقِ زندگی ہے، سودی بنکاری کے خاتمے کے لیے انھوں نے طے شدہ چیزوں کو متنازعہ بنا دیا۔ لات و مناۃ کی تو نہیں مگر قبر پرستی میں ہمارے تمام گزشتہ اربابِ اختیار اہلِ مکہ کے دورِ جاہلیت کی نظیر ہیں، اِن کی زبانِ حال سے پکار ہے کہ سوائے عیدین کے انہیں نماز سے معاف رکھا جائے اور خود اِن کے ہاتھوں اس ملک میں کبھی دین اسلام کو نافذ کرنے کی بات نہ کی جائے۔ جب تک اس منافقانہ روش سے امتِ مسلمہ کو نجات نہیں ملتی، ماضی میں بنی اسرائیل پر مسلط ذلت و نکبت جیسی ذلت و نکبت ہم پر سے نہیں ٹلتی! سیرتِ صاحب الصلوٰۃ والسلام کے مطالعے سے اِن حقائق کا ادراک اور اصلاحِ احوال کی فکر نہ پیدا ہو تو یقین جانیے کہ اِس ضخیم کتاب کو پڑھنے میں ناحق وقت ضائع ہوا، کتاب اللہ روزِ محشر دامن گیر ہو گی۔

★★★★★

۵ وفدِ اہلِ طائف کی جانب سے اسلام قبول کرنے کے لیے دی جانے والی اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی جانب سے رد کر دی جانے والی شرائط یہ تھیں: بغیر نکاح کے تعلقات پر (زنا) کوئی پابندی نہ ہو، شراب نوشی کی اجازت ہو، سود کا لین دین جاری رہے، ان کے معبود "لات" کا مقبرہ برقرار رہے، انہیں نماز سے معاف رکھا جائے، اور ان کے بُت خود ان کے ہاتھوں سے نہ تڑوائے جائیں۔